

تراسید ناز ہے عرشِ بریں، تراحمم راز ہے روحِ امیں  
 ٹوی سرورِ پردِ جہاں ہے شہا، تراشل نہیں ہے خدا کی قسم  
 (اعلیٰ حضرت)

الْمُحَرَّرُ فِي قَوْلِهَا تَعَالَى

لِيُغْفَرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ

کاسیس اُردو ترجمہ بنام

# عَصَمَتِ سِرِّ الْعَصُورِينَ

تَصْنِيفًا

لِلْأَمَامِ ابْنِ الدَّرَجِ (السُّيُوطِيِّ بِرَحْمَةِ اللَّهِ تَعَالَى)

ترجمہ و تالیف

مُفَتًى عَبْدِ الْقِيَوْمِ مَصْبُوحِي

اُستاد و مفتی بجا سرحہ غوثیہ غریب، نواز کھجورائہ اندور

نَاشِئُ: الْجَامِعَةُ الْيَاكَلَوِيَّةُ فِيضُ الْعُلُومِ

قصبہ سکندر لودھی بستی یوپی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى ۚ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى ۚ (۱) إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى ۚ (۲)  
 ”تمہارے صاحب (محمد ﷺ) نہ بکے، نہ بے راہ چلے۔ اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو جو فرماتے ہیں محض وحی الہی ہوتی ہے جو انہیں کی جاتی ہے۔“

(النجم/۵۳، آیت ۲، ۳، ۴)

وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا  
 چشمہ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

الْمُحَرَّرُ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى:

لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ

کا اردو ترجمہ بنام

عَصْمَةُ سَيِّدِ الْمُعْصُومِينَ صَلَّيَ اللَّهُ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ

تصنيف

الْإِمَامُ جَلَّالُ الدِّينِ الشَّيْطُو طَيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى

۸۴۹ھ ----- ۹۱۱ھ

ترجمہ و تشریح

مفتی عبد القیوم مصباحی

استاذ و مفتی جامعہ غوثیہ غریب نواز، کھجراٹہ، اندور، ایم. پی.

ناشر: الجامعۃ الیاریعلوویہ فیض العلوم قصبہ سکندر پور ضلع بستی، یوپی

جملہ حقوق محفوظ

- نام کتاب : المحرر فی قولہ تعالیٰ:
- لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ
- مصنف : امام حلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
- ترجمہ : عصمت سید المعصومین علیہ السلام
- مترجم و شارح : مفتی عبدالقیوم مصباحی
- تقدیم : مؤرخ اسلام علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی مدظلہ العالی
- تقریظ : ادیب شہیر علامہ فروغ احمد اعظمی مدظلہ العالی
- نظر ثانی و تصحیح : مولانا افتخار احمد خان علی نظامی
- مولانا الحاج محمد اکمل حسین رضوی
- کمپوزنگ : حسان پریس، بستی
- اشاعت اول : شوال المکرم ۱۴۴۳ھ / مئی ۲۰۲۲ء
- ناشر : الجامعۃ الیاریعویۃ فیض العلوم قصبہ سکندر پور ضلع بستی، یوپی
- صفحات : 104
- موبائل نمبر : +91-8858338599
- ای۔میل : abdulqaiyoom95@gmail.com
- ملنے کے پتے : الجامعۃ الیاریعویۃ فیض العلوم قصبہ سکندر پور ضلع بستی، یوپی
- قادری کتاب گھر، نزد ٹاؤن کلب پکہ بازار بستی، یوپی
- مکتبہ برکاتیہ نظامیہ، اگیا بازار ضلع سنت کبیر نگر، یوپی



## فہرست

الْمُحَرَّرُ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ

صفحہ	مشمولات	صفحہ	مشمولات
6	تقدیم	5	شرف انتساب
10	دعاۓ کلمات	8	تقریظ
13	کلمات تحسین	11	کلمات تکریم
18	لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ... میں متعدد اقوال	14	اپنی بات
19	دوسرا، تیسرا، چوتھا، پانچواں قول	18	پہلا قول
21	ہر قسم کے گناہ کا صدور ناممکن	20	اجماع عصمت انبیاء کی تفصیل
22	چھٹواں قول	22	لِيَغْفِرَ... عظمت شان رسالت
25	تردید کی دوسری وجہ	24	چھٹویں قول کے تردید کی پہلی وجہ
26	آٹھواں، نواں قول	25	ساتواں قول، تردید کی وجوہات
28	گیارہواں قول	27	دسواں قول
30	اقوال مقبولہ	29	بارہواں قول
32	مغفرت سے مراد: عیبوں سے...	30	لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ... کا شان نزول
36	مغفرت سے مراد: عصمت...	34	لِيَغْفِرَ... حضور کے لیے...

## عصمت انبیاء علیہم السلام

صفحہ	مشمولات	صفحہ	مشمولات
41	عصمت کا معنی لغوی و مفہوم شرعی	39	عصمت کا اطلاق
44	عصمت کے متعلق علما کا موقف	43	عصمت کے متعلق نظریات و مذاہب

50	عصمت انبیاء علیہم السلام پر دلائل	46	محققین جمہور اہل سنت کے اقوال
57	اعلیٰ حضرت کے نزدیک مغفرت ذنب	57	اعتراضات کا مختصر جواب
64	استغفار کا معنی	61	ذنب کا معنی
65	ترک اولیٰ	64	آیات ذنب کے معانی
68	الزام	67	شکر میں کمی
70	پست مقام	70	لغزش
72	گناہ سے حفاظت کی طلب	71	بشری لوازمات و تدبیرات
75	امکانی گناہ سے استغفار کا حکم	73	معافی گناہ کا اعزاز
77	خطاب عام سامعین سے ہے	76	استغفار کا حکم تعلیم امت کے لیے
86	انبیاء کی طرف انتساب گناہ کا حکم	80	اہل بیت و امت کے گناہ

## مختصر سوانح امام سیوطی علیہ الرحمہ

صفحہ	مشمولات	صفحہ	مشمولات
92	ولادت	91	نام و نسب، لقب و کنیت
93	بچپن کے حالات	93	خاندانی پس منظر
95	اساتذہ، درس و تدریس	94	سلسلہ تعلیم
96	فن حدیث میں نمایاں مقام	96	علمی کمالات
98	تصانیف کی مقبولیت	98	تصانیف
99	امام سیوطی بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں	98	نادر روزگار تصانیف
101	عزlet و استغنیٰ، کرامت	100	اعتراف مجددیت
102	تاثرات: اساتذہ عظام و علمائے کبار	102	وصال و مدفن

۷۸۶/۹۲

## شرف انتساب

نہایت خلوص و عقیدت کے ساتھ یہ حقیر کاوش  
اساتذہ کرام دامت فیوضہم القدسیہ کی بارگاہوں میں پیش ہے۔

ع      گر قبول افتدز ہے عز و شرف  
حقیقت میں یہ کام میرا نہیں، بلکہ میرے انہیں اساتذہ کرام  
کا ہے جنہوں نے اس بے مایہ کو کسی لائق بنادیا۔

:

عبد القیوم مصباحی

خادم التدریس والافتاء جامعہ غوثیہ غریب نواز

کھجرانہ، اندور

◆◆◆

# تقدیم



مؤرخ اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی مدظلہ العالی  
شیخ الحدیث جامعہ سنس العلوم، گھوسی ضلع منو، یوپی



بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلی علی رسولہ الکریم

تاریخ اسلام کی بلند پایہ علمی و عبقری شخصیت حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۸۲۹ھ تا ۹۱۱ھ) کی ہے، جن کی ذات جامع علوم و فنون تھی، بلند مرتبہ مفسر اور عظیم محدث تھے، ایک بالغ نگاہ فقیہ، ایک تبحر عالم علوم قرآن، طبقات نگار، مؤرخ، شعر و ادب کے رمز شناس اور ماہر عربیت بھی تھے۔ کثیر التصانیف مصنف و بزرگ تھے، اساتذہ آپ کی بلند پائیگی کے معترف تھے اور ان کی رائے پر اعتماد کرتے، حسن المحاضرہ میں اپنے استاذ علامہ شمش کا ایک واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”شمش نے شفا کے حاشیے میں واقعہ اسراء میں ابو الحمراء کی حدیث درج کی اور اس کو ابن ماجہ کی تخریج بتایا، میں نے بار بار ابن ماجہ دیکھی مگر یہ حدیث نہ ملی، ابن قانع کی معجم الصحابہ میں تلاش کیا اس میں یہ حدیث موجود تھی، شیخ سے عرض کیا، انہوں نے محض میری سماعت پر اعتماد کرتے ہوئے اپنے نسخے سے ابن ماجہ کاٹ کر ابن قانع لکھ دیا۔“

امام سیوطی کا سب سے بڑا کارنامہ ان کی مختلف موضوعات پر اہم کثیر کتابیں ہیں، اس لحاظ سے وہ مصنفین اسلام کی جماعت میں سرفہرست نظر آتے ہیں انہیں اسلامی علوم و فنون کے ہر شعبے پر کامل دستگاہ حاصل تھی اور ان میں ہر ایک پر قلم اٹھایا، ان کی تصانیف، تفسیر، اصول تفسیر، علوم القرآن، حدیث اور اس کے متعلقات، فقہ، اصول فقہ، اصول دین، اصول تصوف، لغت، نحو، صرف، معانی، بیان، بدیع، ادب، انشاء، شعر، تاریخ جیسے اہم موضوعات کا احاطہ کرتی ہیں۔ ان کی تصانیف کی تعداد میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن خود امام سیوطی کے بیان کے مطابق

کتابوں کی تعداد ۵۳۵ ہے۔

زیر نظر کتاب ”عصمت سید المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم“ امام سیوطی کی کتاب ”المحرر فی قوله تعالى: لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَ مَا تَأَخَّرَ“ کا اردو ترجمہ اور تشریح ہے۔ جو فاضل نوجوان مفتی عبدالقیوم مصباحی کی کاوش فکر و قلم کا ثمرہ ہے۔ مترجم نے عصمت انبیاء علیہم السلام کے تعلق سے وارد ہونے والے مردود خیالات و تصورات کی تردید شرح کتاب میں وضاحت کے ساتھ دلائل کی روشنی میں پیش کی ہے۔ اس طرح مترجم و شارح نے دور حاضر کی ایک اہم ضرورت کو پورا کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ کتاب کا ترجمہ بہت سلیس، عام فہم اور تشریح بھی اغلاق سے پاک و صاف اور سہل و سادہ زبان میں ہے، جس سے اردو والوں کا عام طبقہ بھی پورے طور پر فائدہ حاصل کر سکتا ہے اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب کے مطالب و معانی کو بخوبی ذہن نشین کر کے اپنی علمی بصیرت اور قوت ایمانی کا مواد فراہم کر سکتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ مفتی صاحب کی اس سعی بلیغ کو قبول فرمائے اور مقبول خاص و عام بنائے۔ آمین، بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

محمد عاصم اعظمی

بیت الحکمت، کریم الدین پور گھوسی، منو، یوپی

یکم/رجب المرجب ۱۴۴۳ھ / ۳۱ فروری ۲۰۲۲ء بروز جمعرات





## تقریظ

یادگار اسلاف، استاذ الاساتذہ، ادیب شہیر  
حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی مصباحی دام ظلہ العالی شیخ الحدیث دارالعلوم مدینۃ العربیہ  
دوست پور، سلطان پور، یوپی و سابق صدر المدرسین دارالعلوم علیہ جمد اشاہی بستی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفے چند

کثیر التصانیف اسلامی اسکالرس اور مصنفین کی فہرست میں امام جلال الدین سیوطی علیہ  
الرحمۃ والرضوان متوفی ۹۱۱ھ کا نام نامی اسم گرامی بہت نمایاں ہے، آپ کی ایک اور دوسری خوبی  
یہ بھی ہے کہ آپ کی تصانیف کو قبول عام بھی حاصل ہوا، اہل علم نے اہمیت دی، ہاتھوں ہاتھ لیا  
اور خوب استفادہ کیا اسی لیے آپ کی کتابوں کے حوالے بعد کے اہل علم و قلم کی تحریروں میں  
کثرت سے ملتے ہیں۔

انتہائی قوی الحافظ اور ذہین تھے، جس کی بدولت اپنے اقران، بلکہ اپنے بعض شیوخ  
و اساتذہ پر بھی سبقت لے گئے، خود فرماتے تھے، مجھے دو لاکھ حدیثیں یاد ہیں...  
تحصیل علم کے بعد چالیس سال کی عمر تک تدریس، تصنیف اور افتاء و قضا اور دیگر دنیوی  
تعلقات ختم کر کے گوشہ نشینی، ریاضت و عبادت اور رشد و ہدایت میں مشغول ہو گئے، دنیا اور  
دولت دنیا سے بالکل بے نیاز رہتے تھے، شاہی تحفے اور نذرانے بھی قبول نہیں کرتے تھے۔

امام سیوطی بیداری میں ۷۵۰ مرتبہ اور خواب میں ۷۰ بار سے زائد مرتبہ آقائے  
کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے، آپ کو طے ارض کی کرامت حاصل تھی، یہی  
نہیں، بلکہ اپنے خادم خاص کو اسی کرامت کے فیض سے چند لمحوں میں مصر سے مکہ مکرمہ پہنچا کر  
طواف خانہ کعبہ کرایا، زمزم پلایا اور پھر مصر واپس لے آئے۔

مستجاب الدعوات بھی تھے، خود فرماتے ہیں: مجھے سات علوم میں کامل مہارت عطا ہوئی،  
حج کے موقع پر زمزم پی کر ان علوم کے لیے خاص دعا مانگی تھی، وہ سات علوم یہ ہیں (۱) تفسیر

(۲) حدیث (۳) فقہ (۴) نحو (۵) معانی (۶) بیان (۷) بدلیج۔

کم و بیش پانچ سو کتابیں تصنیف کیں، جن میں تفسیر جلالین (نصف اول)، الاتقان فی علوم القرآن، جمع الجوامع نیز الدر المنثور کو غیر معمولی شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی۔

امام سیوطی حدیث کی اپنی کتاب ”جمع الجوامع“ کے بارے میں فرماتے ہیں: میں نے خواب میں حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا، کیا میں اس کتاب میں سے کچھ آپ کے سامنے پڑھوں؟ ارشاد فرمایا: سناؤ شیخ الحدیث! امام سیوطی فرماتے ہیں: حضور کا مجھے شیخ الحدیث کہنا، ایسی بشارت ہے، جو میرے نزدیک دنیا و مافیہا سے بڑی ہے۔

میرا خیال ہے کہ حضور نے شاید ہی کسی اور کو اپنی زبان سے شیخ الحدیث کہا ہو، حضور کی طرف سے امام سیوطی کے لیے یہ لقب بہت ہی امتیازی شرف کی بات ہے۔

نویں صدی ہجری کے مجدد بھی تھے، کارہائے تجدید و اصلاح اپنی کتابوں اور پھر رشد و ہدایت کے ذریعے انجام دیے۔

آپ کی ایک مختصر مگر اہم کتاب الْمَحَرَّرُ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: لِيُغْفَرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ بھی ہے، اس کا عربی سے اردو ترجمہ ”عصمت سید المعصومین ﷺ“ کے نام سے عزیز کرم حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم مصباحی زید مجدہ نے کیا ہے، ترجمہ خوب ہے، میں مکمل تو نہیں پڑھ سکا، مگر کچھ پڑھنے سے اندازہ ہوا کہ سلیس اور رواں ہے، اور مفہوم کی روح ترجمے میں زخمی نہیں ہوئی ہے، نوجوان عالم دین ہیں، لکھنے پڑھنے کا جذبہ ہے اللہ تعالیٰ ان کے علم و قلم میں اور برکت دے اور ان سے زیادہ سے زیادہ دینی و علمی کام لے، خاص طور سے اصلاح و تبلیغ اور تصنیف کے ذریعے، زبان اچھی ہے، قدرت اس میں مزید تاثیر اور شیرینی پیدا فرمائے اور قبول بھی فرمائے۔ آمین! ثم آمین!

مخلص

فروغ احمد اعظمی مصباحی

۲۵ شوال ۱۴۴۳ھ / ۲۷ مئی ۲۰۲۲ء

بروز جمعہ مبارکہ

## دعاۓ کلمات

نازش علم و فن، نمونۂ اسلاف، حضرت علامہ الحاج نثار احمد بستوی مدظلہ العالی  
سابق استاذ دارالعلوم اہل سنت تدریس الاسلام ہسڈیلہ، سنت کبیر نگر، یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً

عصمت سید المرسلین پر جس قدر روشنی کتاب مستطاب ”عصمت سید المعصومین  
صلی اللہ علیہ وسلم“ میں مولانا عبد القیوم صاحب نے ڈالی ہے وہی حق ہے، اپنی اس کتاب میں موصوف  
نے اقوال باطلہ و متضادہ کو قرآن و حدیث اور اقوال مجتہدین کے ذریعہ رد و بلیغ فرمایا ہے، قابل  
تحسین و صد مبارک باد ہے اور نہایت ایمان افروز ہے عصمت انبیاء خصوصاً عصمت سید عالم  
صلی اللہ علیہ وسلم پر اصلاً و نقلاً کلام نہیں جو لوگ رسول پاک کی عصمت کے قائل نہیں وہ لوگ عقائد حقہ  
سے غافل اور بے دین ہیں۔

امام عشق و محبت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عنوان پر پوری تحقیق  
کر کے ہم مسلمانوں پر احسان فرمایا ہے۔

میری دعا ہے کہ مولانا موصوف کو خداے عز و جل مزید قوت تصانیف و تحقیق عطا  
فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلوات اللہ علیہ و علیہم اجمعین۔ آمین

:

:

احقر العباد

نثار احمد

سنت کبیر نگر



## کلمات تکریم

پیکر اخلاص خلیفہ تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج محمد عارف برکاتی دامت فیوضہم  
صدر المدرسین جامعہ غوثیہ غریب نواز، اندور، ایم. پی.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی حبیبہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کا خالق و مالک ہے اور وہی عبادت کا مستحق ہے اس نے  
بندوں کی ہدایت کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کی عظیم جماعت کو مبعوث فرمایا۔ نبوت کسی چیز  
نہیں کہ آدمی عبادت و ریاضت کے ذریعے حاصل کرے بلکہ یہ محض ربانی عطیہ ہے۔ خدائے  
برتر و بالا جسے چاہتا ہے، عطا فرماتا ہے۔ اور جسے عطا فرماتا ہے پہلے اسے اس منصب جلیل کے  
لائق بناتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو منصب نبوت ملنے سے پہلے ہی تمام رذائل و خباثت سے خواہ  
ان کا تعلق اخلاق سے ہو یا کردار سے پاک کر دیا جاتا ہے۔ عادات حسنہ، اخلاق شریفانہ سے  
مزین کر کے ولایت کے جملہ مراتب طے کر دیئے جاتے ہیں پھر ان ذوات عالیہ کے سروں پر  
نبوت و رسالت کا تاج سجایا جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے۔ عصمت  
کا معنی کیا ہے؟ اور اس کے حقائق و دقائق کیا ہیں؟ اس کو سمجھنے کے لیے یہ کتاب آپ کی بھرپور  
رہنمائی کرے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

زیر نظر کتاب حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم مصباحی کی مساعی کا مجموعہ ہے۔ مفتی صاحب قبلہ  
خود بھی جوان ہیں اور ان کا علم بھی جوان ہے۔ از ہر ہند جامعہ اشرفیہ کے معروف فارغین میں آپ کا  
بھی نام آتا ہے، ان کے علمی مینار کی بلندی کا اندازہ کرنے کے لیے اتنا کافی ہے کہ جامعہ اشرفیہ سے  
تحقیق فی الفقہ میں ایک نمبر کے فارغ التحصیل ہیں جن حضرات کے یہاں نمبروں کی زیادتی علم کی  
زیادتی کی دلیل نہیں ان کی تسکین کے لیے انشاء اللہ مفتی صاحب قبلہ کی یہ کتاب کافی ہوگی۔ یہ کتاب  
مصنف کی کئی خوبیوں کو ظاہر کرتی ہے۔ اس سے مصنف کی ترجمہ نگاری، سوانح نگاری اور علمی پختگی کا

پتہ چلتا ہے ہمارا یہ دعویٰ بغیر دلیل نہیں آپ اس کتاب میں پڑھیں گے۔ ہمارے مدوح موصوف نے پہلے عصمت انبیاء کے عنوان پر امام اجل حضرت امام سیوطی علیہ الرحمہ کے تصنیف کردہ عربی رسالے کا ترجمہ اردو زبان میں فرمایا ہے جو ان کی فن ترجمہ نگاری کا منہ بولتا ثبوت ہے پھر خود اس حساس علمی موضوع پر قلم اٹھایا تو اختصار اور جامعیت کے ساتھ موضوع سے متعلق اکثر مباحث کو بڑے سہل انداز میں بیان فرمایا کہ باذوق قاری آسانی سے استفادہ کر سکے اور عصمت انبیاء کے عقیدے کو علمی انداز میں سمجھ سکے آپ نے اپنے اس علمی مفتالے میں عصمت کا معنی بھی سمجھایا، عصمت سے متعلق مذاہب بھی بیان کئے، علمائے امت کے موقف کو بیان کرتے ہوئے محققین اہل سنت کا مسلک ذکر فرمایا پھر عصمت پر عقلی و نقلی دلائل قائم فرمائے، عصمت پر ہونے والے اعتراضات اور ان کے مدلل جوابات ذکر کئے۔ ان قرآنی آیات کے معانی و مطالب سمجھائے جن میں انبیاء یا سید الانبیاء سے متعلق الفاظ ”ذنب و مغفرت“ وارد ہوئے ہیں۔ ان مباحث کے بیان میں اپنی عقل کا گھوڑا نہ دوڑاتے ہوئے امت کے معتمد و مستند علماء کے حوالے ذکر فرمائے ہیں۔ کتاب کے وہ مقامات بھی خاص اہمیت کے حامل ہیں جہاں مصنف نے امام اہلسنت مجدد اعظم اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے خداداد علم کے ذریعہ لفظ ذنب و مغفرت کی گرہ کشائی کرتے ہوئے ان توجیہات کو بیان کیا ہے جو امام اہل سنت نے فتاویٰ رضویہ وغیرہ میں بیان فرمائی ہیں۔

اخیر میں امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کا اجمالی تعارف بھی بڑے اچھے انداز میں پیش کیا ہے جو قابل مطالعہ ہے۔ میں نے اس مقالے کو پورا پڑھا اور خوب سے خوب تر پایا، میری نظر میں اس مقالے کی ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ کوئی بات بغیر دلیل نہیں کہی گئی ہے اور حوالہ جات کا اہتمام رائج الوقت کے اعتبار سے جدید انداز میں کیا گیا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب قبلہ کی اس سعی خیر کو قبول فرمائے اور فکر و قلم میں مزید پختگی عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

محمد عارف برکاتی

خادم جامعہ غوثیہ غریب نواز، اندور، ایم. پی.



## کلماتِ تحسین

صاحبِ خلوص و وفا حضرت علامہ مولانا افتخار احمد خان علی بنی نظامی صفا قبلہ  
سابق استاذ دارالعلوم اہلسنت تدریس الاسلام بسڈیلہ، سنت کبیر نگر، یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم - نحمدہ ونصلیٰ ونسلم علیٰ رسولہ الکریم - اما بعد!

عصمتِ انبیاء کے موضوع پر اور خاص طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت پر سلف سے خلف تک بہت سارے بزرگوں نے خامہ فرسائی کی ہے، مگر ان حضرات کی بیشتر تحریریں عربی زبان میں ہیں، اس زمانے میں جب کہ علم و تحقیق زوال پذیر ہیں، بزرگوں کی علمی تراش کو نئے رنگ و آہن، ترجمہ، تحقیق اور تحشیہ کے ساتھ منظر عام پر لانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

یہ رسالہ جو آپ کے ہاتھوں میں ہے اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے، عزیز گرامی حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم مصباحی صاحب (استاذ مفتی جامعہ غوثیہ غریب نواز، کھجوانہ، اندور، ایم۔ پی۔) نے امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کے ایک گراں قدر اور نادر رسالے ”الْمَحَرَّرُ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: لِيُغْفَرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ“ کا ”عصمتِ سید المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم“ کے نام سے سلیس اردو زبان میں ترجمہ و تشریح کر کے کسی حد تک اس ضرورت کو پوری کرنے کی کوشش کی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس رسالے کو قبول عام و تمام عطا فرمائے، اور مفتی صاحب کو بہتر سے بہتر انداز میں دینِ متین کی خدمت کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین۔

افتخار احمد خان علی بنی نظامی

متوطن: پگڑ ضلع بستی مقیم حال: شہر بستی، یوپی

مورخہ: ۲/ رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ / ۴/ اپریل ۲۰۲۲ء بروز دوشنبہ



## اپنی بات

الحمد للولیّہ، والصلوة علی نبیہ، وعلی آلہ وأصحابہ المتأدیین بآدابہ  
 بفضل ربی اس رسالہ کا ترجمہ ۲۰۲۰ء ہی میں مکمل ہو گیا تھا۔ بایں طور کہ ایک دن جامعہ غوثیہ  
 غریب نواز کھجور انڈاندر میں احباب کے درمیان سورہ فتح کی آیت - ۲ کے سلسلے میں گفتگو چلی۔ میں  
 نے عرض کیا کہ اس آیت پر امام سیوطی علیہ الرحمہ کا ایک مختصر، وقیع رسالہ موجود ہے جس میں آپ نے  
 بارہ سے زیادہ اقوال، مقبول و مردود اور ضعیف کی وضاحت کے ساتھ جمع فرمایا ہے۔ احباب نے کہا کیا  
 ہی اچھا ہو گا اگر اس کا ترجمہ کر دیں تاکہ ٹائپ کرا کے طلباء اور دواد طبقہ میں وقت ضرورت تقسیم کیا  
 جاسکے۔ درس و تدریس، فتویٰ نویسی اور دیگر مصروفیات سے ہر روز ایک آدھ گھنٹہ نکال کر ترجمہ کا کام  
 شروع کیا بھی مکمل ہوا ہی تھا کہ لاک ڈاؤن کا اعلان ہو گیا اور اسی درمیان دیگر نامساعد حالات۔ بھی  
 درپیش آئے جس کی وجہ سے یہ کام رک گیا۔ تقریباً دس ماہ کے بعد جب دوبارہ اندر آنا ہوا تو پچھلے  
 ترجمہ پر جہاں جہاں حاشیہ کی ضرورت محسوس ہوئی، حاشیہ لگایا اور مسئلہ عصمت کی مزید وضاحت  
 کے لیے مستقل ایک نئے مختصر معلوماتی مضمون کا اضافہ کر کے کتابی شکل دے دیا۔

پیش نظر کتاب تین حصوں میں منقسم ہے۔ حصہ اول امام سیوطی علیہ الرحمہ کے رسالہ کا ترجمہ  
 ہے۔ اس کی فہرست سرنامہ و ہیڈنگ کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ ذکر کردہ مضمون و مسائل کے اعتبار  
 سے ہے۔ حصہ دوم عصمت کے عنوان پر ایک مختصر مفید و معلوماتی مضمون ہے اور حصہ سوم میں امام  
 سیوطی علیہ الرحمہ کی مختصر سوانح کو جامع طور پر پیش کیا گیا ہے۔

سراپا ممنون ہوں مؤرخ اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی مدظلہ النورانی شیخ الحدیث  
 جامعہ شمس العلوم گھوسی کا جنہوں نے حضرت علامہ محمد ابوالوفارضوی بھیروی استاذ دارالعلوم حق الاسلام  
 لال گنج بازار بستی کی درخواست پر گراں قدر مقدمہ تحریر فرما کر کتاب کی اہمیت کو چار چاند لگاتے  
 ہوئے اسے درجہ استناد عطا فرمایا۔ مولائے قدیر آپ کے علمی فیضان سے ہم کو مستفید فرمائے۔

یادگار اسلاف، استاذ الاساتذہ، ادیب شہیر حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی مصباحی مدظلہ العالی  
 شیخ الحدیث دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور و سابق صدر المدرسین دارالعلوم علمیہ جمد اشاہی، بستی  
 نے استاذ گرامی وقار حضرت علامہ مولانا افتخار احمد خان علی نظامی صاحب کی درخواست پر ایک پر مغز

تقریباً عنایت فرما کر کتاب کی اہمیت کو دوبالا کر کے مجھ بے مایہ پر بڑا کرم فرمایا، میں حضور والا کے اس کرم کا بے حد ممنون ہوں۔ مولائے کریم آپ کا سایہ کرم دراز فرمائے۔

استاذ گرامی، نازش علم و فن، نمونہ اسلاف حضرت علامہ الحاج ثار احمد بستوی مدظلہ العالی سابق استاذ دارالعلوم اہلسنت تدریس الاسلام ہسٹیل کے جنہوں نے بطور دعا چند کلمات سپرد قریاس کر کے مجھے عنایت فرمایا اور ڈھیر ساری دعاؤں سے بھی نوازا۔ میں آپ کی اس نوازش کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔ مولائے قدیر آپ کا سایہ عاطفت دراز فرمائے۔

پیکر احلاص، خلیفہ تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج محمد عارف برکاتی دامت فنیوہم صدر المدرسین جامعہ غوثیہ غریب نواز اندور کا شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے بیچ مدد کو اس کتاب کی ترتیب میں مفید مشوروں سے نوازا اور جب بھی کسی طرح کی کوئی ضرورت پڑی تو آپ خندہ پیشانی سے میرے ساتھ رہے۔ مزید براں کتاب کے متعلق چند کلمات بطور تکریم پیش کر کے میری حوصلہ افزائی بھی فرمائی۔

سخت ناسپاسی ہوگی اگر میں اسیر خیر الاذکیا حضرت علامہ محمد ابوالوفارضوی بھیروی زادہ اللہ علماً و شرفاً کا شکر یہ ادا نہ کروں جنہوں نے عیدیم الفرستی کے باوجود بعض مقامات سے کتاب کا مطالعہ فرمایا اور اپنے مفید مشوروں سے بھی نوازا۔ مولائے کریم اپنی بارگاہ ناز سے انہیں بے پایاں احسب مرحمت فرمائے۔

عزیز دوست حضرت مولانا حافظ وقاری الحاج محمد اکمل حسین صاحب قبلہ استاذ دارالعلوم اہلسنت تدریس الاسلام ہسٹیل کے لیے تشکر کی سوغات جو ہمیشہ میرے روشن مستقبل کے لئے فکر مند اور دعا گو رہتے ہیں۔ زندگی کے ہر موڑ پر ان کی مثبت رہنمائی میرے لیے مشعل راہ کا کام کرتی ہے۔ اور اپنے اُن تمام کرم فرماؤں کی خدمت میں ہدیہ تشکر پیش ہے جو گاہے بے گاہے کو تاہیوں پر نشاندہی اور حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان تمام محسنین کو اپنی بارگاہ سے بے پایاں اجر مرحمت فرمائے۔

الجامعۃ البیاریہ فیض العلوم، قصبہ سکندر پور ضلع بستی کے اراکین و معاونین کو اللہ تعالیٰ دونوں جہان کی خوشیاں عطا فرمائے جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت کے مصارف کو بخوشی اپنے ذمہ لیا اور



بڑے خلوص کے ساتھ دریا دی کا مظاہرہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں دینی خدمت گزاری، علماء کی قدر شناسی، جذبہ ایثاری، اخلاص کے ساتھ خیر خواہی کی توفیق خاص ملی ہوئی ہے جو کسی کسی کو ملتی ہے۔ ذَلِك فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ.

بے حد ناشکری ہوگی اگر ذکر نہ کروں اپنی مشفقہ، محسنہ ماں کو جس نے مجھے اپنا خون جگر پلایا اور سرد گرم حالات میں اپنی آغوش محبت کو میری پناہ گاہ بنایا اور اپنے مشفق و مہربان باپ کو جس نے ہمیشہ مجھے سنوارنے کی کوشش کی اور مصائب و آلام کی بھٹی میں سلگتے ہوئے بھی مجھے طلب علم کے لئے آزاد رکھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ان کے سایہ شفقت و محبت کو میرے سر پر تادیر قائم رکھے اور ارضی و سماوی آفات سے محفوظ رکھے۔ رَبِّ اَرْحَمُهُمَا كَمَا رَبَّنِي صَغِيرًا.

ساتھ ہی یہ بھی عرض ہے کہ اس کتاب میں صحت ترتیب، سلیس ترجمہ اور عمدہ پیرایہ کا خیال رکھا گیا ہے۔ تمام حوالہ جات و عبارات کو اصل کتاب سے دیکھ کر پوری تحقیق و احتیاط کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔ لیکن انبیائے کرام کے علاوہ اس دنیا میں کوئی انسان نہیں جس کے بارے میں کہا جائے کہ وہ معصوم عن الخطا ہے لہذا اہل علم سے التماس ہے کہ اس میں کسی طرح کی کوئی خامی و کوتاہی نظر آئے تو کتاب کو ہدف تنقید نہ بنا کر خلوص نیت کے ساتھ مجھے ضرور مطلع فرمائیں تاکہ اس کی تصحیح کر دی جائے۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِينَا اَوْ اَخْطَاْنَا۔

اخیر میں دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت میری اس ادنیٰ کاوش کو قبول فرما کر ذریعہ نجات بنائے اور اس سے اہل سنت و جماعت کے عقیدہ حق و امتیاز ”عصمت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام“ کو مزید تقویت بخشنے۔ آمین بحرمۃ النبی الکریم الامین علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التسلیم۔

عبدالقیوم مصباحی

استاذ مفتی جامعہ غوثیہ غریب نواز کھجور انہ اندور، ایم۔ پی۔

۶/ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ / ۷ جون ۲۰۲۲ء بروز شنبہ





عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا:  
 قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، عَنِ الْوِصَالِ قَالُوا: إِنَّكَ تَوَاصِلُ  
 قَالَ: إِنِّي لَسْتُ مِثْلَكُمْ إِنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقَى

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال (سحری و افطاری کے بغیر مسلسل روزہ رکھنے) سے منع فرمایا۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ تو وصال کے روزے رکھتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”میں ہر گز تمہاری مثل نہیں ہوں۔“

مجھے تو (اپنے رب کے ہاں) کھلایا اور پلایا جاتا ہے“  
 (صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب الوصال، ج: ۱، ص: ۲۶۳، مجلس برکات)  
 کسی نے کیا خوب کہا ہے:

لَمْ يَخْلُقِ الرَّحْمَنُ مِثْلَ مُحَمَّدٍ  
 أَبَدًا وَ عَلِمَى أَنَّهُ لَا يَخْلُقُ

(یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل پیدا فرمایا ہی نہیں اور میں یہی جانتا ہوں کہ وہ کبھی نہ پیدا کرے گا۔) (حیاء الحيوان الکبری، باب الہزۃ قبل باب خلافة ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج: ۱، ص: ۷۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْمَعْصُومِينَ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَ  
أَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ۔

أَمَّا بَعْدُ، فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ط

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط  
إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا ① لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ  
وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ②  
وَيَنْصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَظِيمًا ③ (القرآن، سورۃ الفتح)

بیشک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرمادی۔ تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے  
تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دے اور تمہیں سیدھی راہ  
دکھا دے۔ اور اللہ تمہاری زبردست مدد فرمائے۔ (کنز الایمان)

مصنف (امام جلال الدین سیوطی) علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت کے اس  
فرمان: لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ کے بارے میں مجھ سے  
سوال کیا گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے گناہ کیسے ہو سکتا ہے جب کہ آپ معصوم ہیں؟  
میں (امام سیوطی علیہ الرحمہ) اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں: اس آیت کریمہ کی تفسیر میں  
مفسرین کے کئی اقوال ہیں۔ جن میں سے بعض مقبول ہیں، بعض مردود ہیں اور کچھ ضعیف ہیں۔  
کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ اور دیگر تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اعلان نبوت سے پہلے  
بھی اور بعد بھی ہر قسم کے گناہوں سے معصوم ہونے پر قطعی دلائل موجود ہیں۔

امام تقی الدین علی بن عبد الکاظم السبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۶۸۳ھ - ۷۵۶ھ) اپنی تفسیر  
(الدر المنظم فی تفسیر القرآن العظیم، ص: ۲۰۷) میں فرماتے ہیں:

اس آیت کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں جن میں بعض کی تاویل کرنا لازم  
ہے اور بعض کی تردید کرنا واجب ہے۔

پہلا قول: إِنَّ الْمُرَادَ بِهِ مَا كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، قَالَهُ مُقَاتِلٌ۔

مقاتل نے کہا: اس آیت کریمہ میں 'ذنب' سے مراد وہ امور ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زمانہ جاہلیت میں سرزد ہوئے۔

امام سبکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: مقاتل کا یہ قول مردود ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کوئی جاہلیت نہیں ہے۔

**دوسرا قول:** اَنَّ الْمَرَادَ مَا كَانَ قَبْلَ النَّبُوَّةِ۔

اس آیت میں 'ذنب' سے مراد وہ امور ہیں جو اعلان نبوت سے پہلے صادر ہوئے۔

امام سبکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: یہ قول بھی مردود ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعلان نبوت سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی (یعنی پوری زندگی) معصوم ہیں۔

**تیسرا قول:** قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، مَا عَمِلْتَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَمَا لَمْ تَعْمَلْ۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ اعمال ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ جاہلیت میں کیا اور وہ جو نہیں کیا۔

امام سبکی فرماتے ہیں: وَهُوَ مَزْدُودٌ بِمَثَلِ الَّذِي قَبْلَهُ۔ کہ یہ قول بھی اس سے پہلے قول کی طرح مردود ہے اور اس کی دلیل پہلے گزر چکی ہے۔

”وہ یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف زمانہ جاہلیت اور گناہ کی اسناد درست نہیں ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اعلان نبوت سے پہلے اور اعلان نبوت کے بعد، ہمیشہ کے لئے معصوم رہے۔“

**چوتھا قول:** مَا تَقَدَّمَ۔ مِنْ حَدِيثِ مَارِيَّةَ وَمَا تَأَخَّرَ۔ مِنْ إِمْرَأَةَ زَيْدٍ۔ یعنی 'مَا تَقَدَّمَ' سے مراد حدیث حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ ہے، اور 'مَا تَأَخَّرَ' سے مراد حضرت زید کی اہلیہ (زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا قصہ ہے۔

امام سبکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: یہ قول باطل ہے کیونکہ حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ کے قصے میں سرے سے کوئی گناہ ہے ہی نہیں اور جس شخص نے ایسا (گناہ کا) اعتقاد رکھا تو یقیناً اس سے سخت غلطی ہوئی ہے۔

**پانچواں قول:** جَمِيعُ مَا فَرَطَ مِنْكَ

یہ قول زنجشیری کی جانب منسوب ہے وہ کہتے ہیں: اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفصیلات ہیں یعنی آپ سے جو بھی کمی ہوئی ہے۔

امام سبکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: وَهَذَا مَرْدُودٌ أَيْضًا كَمَا يَقُولُ بَعْضُ الْمُتَأَمِّلِينَ۔  
**پہلی بات:** عصمت کے بیان میں امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام، دعوت و تبلیغ اور اس کے علاوہ دیگر امور میں مثلاً کبار سے، ان صغائر ذیلہ سے جو انبیائے کرام کی شان سے گرے ہوئے ہوں اور صغائر پر مداومت و پیشگی سے معصوم و پاک ہیں۔

مذکورہ بالا ان چاروں امور پر تو بالکل اجماع ہے۔  
 البتہ ان صغائر میں اختلاف ہے جو انبیاء کرام کی شان کے خلاف نہ ہوں۔  
 فرقہ معتزلہ اور اس کے علاوہ علماء کی ایک جماعت اس کے جواز کی طرف گئی ہے۔ جب کہ مختار قول میں اس کی بھی ممانعت ہے۔ اس لیے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے قول و فعل کے اعتبار سے جو کچھ صادر ہو، ہم ان تمام کی پیروی کرنے پر مامور ہیں تو کیسے ہو سکتا ہے کہ ان سے کوئی ناپسندیدہ فعل واقع ہو جب کہ ہم اس فعل کی اقتدا پر مامور ہوں؟  
 البتہ فرقہ حشویہ نے انبیائے کرام پر جرأت کی ہے کہ مطلقاً انبیاء کرام سے صغائر کے صدور کے جواز کی نسبت کی ہے۔ اگر یہ ان کے حوالے سے صحیح بات ہے تو وہ ہمارے ذکر کردہ اجماع کو بد لنے والے ہوں گے، پس یہ لائق التفات نہیں۔

وہ لوگ جو صغائر کو انبیاء کرام کے لیے جائز کہتے ہیں وہ بھی کسی نص یا دلیل سے نہیں کہتے ہیں۔ انہوں نے صرف اسی آیت اور اس جیسی دوسری آیات مبارکہ سے اخذ و استدلال کیا ہے جب کہ اس کا جواب تو بالکل ظاہر ہے۔ [۱]

اور دوسرے وہ لوگ جو انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے ایسے صغائر کو جائز کہتے

[۱] تفصیلی جواب اس ترجمہ کے متصل بعد ایک معلوماتی اور مفید مضمون کی صورت میں آیت کریمہ رَبِّ اغْفِرْ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ۔ اور عصمت انبیاء پر شامل کیا گیا ہے۔ لہذا اس کے بعد مضمون کا مطالعہ بھی ضرور فرمائیں۔ لیکن مختصر آریہ جان لیں کہ انبیائے کرام تمام گنہ گاروں سے معصوم ہیں کیوں کہ...

ہیں جو قبیح نہ ہوں۔

ابن عطیہ کہتے ہیں: اس میں اختلاف ہے کہ کیا یہ صغار غیر قبیحہ ہمارے نبی ﷺ سے صادر ہوا ہے یا نہیں؟

امام سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

مجھے اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے یہ (صغار غیر ذلیلہ بھی) صادر نہیں ہوا ہے۔ اور اس کے برعکس کا گمان بھی کیسے کیا جاسکتا ہے؟ کیوں کہ فرمان الہی ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ﴿۵﴾ (القرآن، سورۃ النجم)

اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں مگر وحی جو انھیں کی جاتی ہے۔

(کنز الایمان)

اور رہا سرکار کے فعل کا معاملہ تو اس میں بھی کوئی نازیبا بات نہیں ہو سکتی کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اجماع سے بطور یقین یہ بات معلوم و مشہور ہے کہ سارے صحابہ کرام حضور ﷺ کے ہر عمل کی طرف خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ، چھوٹا ہو یا بڑا یقیناً طوری طور پر رجوع کرتے اور آپ کی اتباع کرتے تھے اور صحابہ کرام کے یہاں اس بارے میں کسی قسم کا توقف اور اختلاف نہیں تھا۔ کسی تحقیق و جستجو کے پیچھے نہیں پڑتے تھے کہ اس پر عمل کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے خلوت والے اعمال مبارکہ سے بھی واقفیت و آگاہی اور اس پر عمل کے انتہائی مشتاق و حریص رہتے تھے، خواہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی اتباع کا علم ہو یا نہ ہو۔ [۱]

جو شخص رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے احوال اور رسول اللہ ﷺ کے تمام احوال از اول تا آخر (ولادت با سعادت سے لے کر وصال مبارک تک) جان لے

... اللہ تعالیٰ نے مطلقاً انبیائے کرام کے اقوال و افعال کی اتباع کا حکم دیا ہے، اور اگر نبی سے بھی گناہ صادر ہو تو اس کی اتباع ناجائز و حرام ہوگی کیونکہ اس صورت میں وہ گناہ بھی کرنا پڑے گا جو نبی نے کیا ہے ورنہ ان کی کامل اتباع نہ ہو سکے گی۔ لہذا نبی کی اتباع کا حرام ہونا قطعاً باطل ہے تو نبی سے گناہ کا صادر ہونا بھی باطل ہوگا۔

[۱] خلاصہ کلام یہ کہ گناہ اور محصیت کے کام کا ارتکاب و وقوع دو قسموں میں منحصر ہے۔ ایک وہ گناہ جو...

تو وہ اللہ تعالیٰ سے حیا کرے گا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسا تصور بھی کرے۔

امام سکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: یہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گناہ صغیرہ کی نسبت والا) جملہ اتنا شنیع ہے کہ اگر یہ قول بیان نہ کیا گیا ہوتا تو میں اس کا ذکر تک نہ کرتا اور ہم اللہ رب العزت کی بارگاہ میں اس قول سے برأت کا اظہار کرتے ہیں۔

یہ مذکورہ کلام و تبصرہ زمخشری کی اس آیت لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ الْآيَةَ کے تحت بیان کردہ تفسیر کے بارے میں ہے۔

**دوسری بات:** معاذ اللہ! اگر یہ قول تسلیم بھی کر لیا جائے تو ایسا دشمنانہ قول اور ناممکن و حقیر چیزوں (صغائر وغیرہ) کا ذکر یہاں مناسب نہیں ہے۔ جب کہ یہ آیت کریمہ لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان کی طرف اشارہ کر رہی ہے اور اس کو فتح مبین سے ظاہر کر رہی ہے جو کہ تعظیم و تکریم پر محمول ہے لہذا اس کا ”ذنب“ وغیرہ پر محمول کرنا بلاغت سے دور ہے۔

یہ سارا کلام امام سکی علیہ الرحمہ کا ہے جو زمخشری کے قول کو رد کرنے کے لیے تحریر فرمایا

ہے۔ [۱]

**چھٹواں قول:** قِيلَ: الْمُرَادُ بِذَلِكَ مَا كَانَ يَقَعُ مِنْهُ فِي صَغِيرِهِ مِنْ خُرُوجِهِ مَعَ

... ’قول‘ سے وجود میں آتا ہے، مثلاً جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، بہتان باندھنا وغیرہ۔

دوسرے وہ گناہ جو اعضا و جوارح سے وجود میں آتا ہے۔ مثلاً کسی پر دست درازی کرنا، کسی غیر محرم کو دیکھنا، کسی کے ساتھ اپنے عمل سے بدسلوکی کرنا وغیرہ۔

پہلی قسم کے صغائر کا صدور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے اس لیے ناممکن ہے کہ خدائے قدوس نے آپ کی زبان مبارک کو وحی الہی کا ترجمان بنایا ہے، اپنی خواہش نفس سے آپ کوئی بات کہتے ہی نہ تھے۔

اور عملی گناہ کا صدور اس لیے نہیں ہو سکتا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہمیشہ اس تجسس میں رہتے تھے کہ آپ سے کوئی عمل ظاہر ہو۔ خواہ یہ خلوت میں ہو یا جلوت میں؛ اس پر وہ عمل پیرا ہو جائیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ان کو یہ ممانعت نہ فرمائی کہ میرے عمل کی جستجو میں نہ ہو بلکہ آپ کو صحابہ کی اس جستجو کا علم ہو یا نہ ہو، ہر حالت میں ان کو آزاد چھوڑے ہوئے تھے کہ میرے اعمال کی پیروی کرتے رہو اور میرے نقش قدم پر چلتے رہو، لہذا اگر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے صغائر کا صدور ہوتا تو آپ کے علم و آگہی کے بغیر صحابہ کرام کو آپ کے عمل کی پیروی کی اجازت نہ ہوتی۔ ثابت ہوا کہ آپ سے دونوں قسم کے گناہ کا صدور ممکن نہیں ہے۔

[۱] ان اقوال کی تردید سے واضح ہوا کہ انبیاء کرام خصوصاً سید المعصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف ”ذنب“...

## الْغُلَّامَانِ يُلْعَبُ -

کہا جاتا ہے کہ 'ذنب' سے مراد وہ ہیں جو نبی کریم ﷺ سے بچپن میں لڑکوں کے ساتھ کھیل، کود کے دوران صادر ہوئے، یعنی 'ذنب' سے بچپن میں کھیل، کود کے لیے جانا مسرود ہے۔ (یہ قول بھی باطل ہے۔)

فصل پیدائشی پر ہمیشہ درود کھیلنے سے گراہت پہ لاکھوں سلام بچپن کا کھیل کود بھی حضور ﷺ کے شایان شان اور مناسب نہیں، کیونکہ فَإِنَّ حَسَنَاتِ الْأَبْرَارِ، سَيِّئَاتُ الْفُقَرَاءِ [۱] بے شک نیکیوں کی نیکیاں، مقررین کے حق میں گناہ ہیں۔ (کشف الخفا و مزیل الالباس، حرف الحاء المہملہ ج: ۱، ص: ۶۰، ۶۱، ۱۱۳، مکتبۃ العلم الحدیث)

مسئل عشق میں تسلیم و رضا مشکل ہے جن کے رتبے ہیں سوا، ان کو سوا مشکل ہے یہی وجہ ہے کہ جب حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو کمسنی میں بچوں نے کھیل کی طرف بلایا تو آپ نے فرمایا: لِلْعَبْرِ خُلِقْتُ؟ 'کیا میں کھیل کے لیے پیدا کیا گیا ہوں؟ یعنی میں اس کے لیے نہیں پیدا کیا گیا۔' (تاریخ مدینۃ دمشق، باب حرف الیاء ذکر من اسے یحییٰ، رتم ۸۱۳۵، ج: ۶۴، ص: ۱۸۳، دار الفکر بیروت، لبنان)

... بمعنی صغیرہ کی نسبت درست نہیں ہے بلکہ یہ آیت لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ سرکارِ دو عالم ﷺ کی تعظیم و تکریم پر دلیل ہے اور اس آیت کے 'لک' میں 'لام' سبب کا ہے۔ لہذا اگر قرآن مجید میں گناہ کی نسبت حضور ﷺ کی طرف ہوتی تو لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ کی بجائے لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ کے الفاظ آتے۔ لَکَ کا 'لام' ظاہر کر رہا ہے کہ بات حضور ﷺ کے گناہ کی نہیں بلکہ حضور ﷺ کے سبب سے کسی اور کے گناہ بخشے جانے کی بات ہو رہی ہے۔ ترجمہ وہی ہوگا جو محمد اعظم، اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا قدس سرہ نے کنز الایمان میں کیا ہے: تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔

قالین صغیرہ کا جواب تو ترجمہ کنز الایمان ہی سے ظاہر ہے۔ اور دوسرا جواب یہ کہ قالین صغیرہ کے دلائل کی بنیاد اس امر پر ہے کہ 'ذنب' کا معنی 'گناہ' اور 'مغفرت' کا معنی 'بخشش گناہ' ہے حالانکہ یہ الفاظ ان معانی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ دوسرے معانی میں بھی ان کا استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح 'عصیان' وہ ہے جو قصد کیا گیا۔ حالانکہ قرآن حکیم کے عرف میں یہ لفظ قصد کے ساتھ خاص نہیں۔ مزید معلومات کے لیے متصل مضمون کا مطالعہ کریں۔

[۱] واضح رہے کہ یہاں سینات سے گناہ مراد نہیں بلکہ یہاں وہ امور مراد ہیں جو مقررین کی شن ارفع و اعلیٰ کے لائق نہیں حالانکہ وہ حقیقت میں جائز و مباح ہوتے ہیں۔



لہذا یہ چھٹواں قول بھی مردود ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں۔

**پہلی وجہ:** تو یہ ہے کہ اس قول کی وجہ سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر خصوصیت ظاہر ہوتی ہے جب کہ قطعی طور پر وہ آپ پر فضیلت نہیں رکھتے کیونکہ ہر وہ خصوصیت جو کسی نبی کو دی گئی ہے ویسی یا اس سے بہتر خصوصیت ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئی ہے۔

”انبیاء تہ کریں زانو ان کے حضور زانووں کی وجاہت پہ لاکھوں سلام  
”جب حضرت یحییٰ علیہ السلام بچپن میں کھیل کود سے دور تھے، تو یقیناً ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس صفت سے متصف تھے کیونکہ جو وصف بھی کسی نبی کو دیا گیا، تو اس جیسا یا اس سے عظیم وصف حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا گیا۔“

حسن یوسف، دم عیسیٰ ید بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند، تو تنہا داری  
جیسا کہ روایت کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شیر خوارگی میں بھی اپنے رضاعی بھائی کے بارے میں عدل و انصاف فرماتے تھے۔ آپ کی رضاعی ماں حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ایک پستان پیش کرتی تھیں تو آپ اس سے نوش فرماتے جب وہ دوسرا پستان آپ کو پیش کرتیں تو آپ گریز فرماتے اور منہ پھیر لیتے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو (بعطاء الہی) علم تھا کہ آپ کا ایک اور دودھ شریک بھائی بھی ہے۔ (الخصائص الکبریٰ، فائدہ فی ذکر شعر حلیمہ من ماکانت ترقص بها النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی زمان صباہ ج: ۱، ص: ۱۰۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، الروض الانف، باب من شرح حدیث الرضاۃ ج: ۱، ص: ۲۸۶، دار الکتب العلمیہ بیروت۔ لبنان)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فطری طور پر عدل کرنے والے اور جبلی طور پر نوازش و کرم فرمانے والے تھے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ اس تنصیف پر یوں گویا ہوئے کہ:

بھائیوں کے لئے ترک پستان کریں دودھ پیتوں کی نصف پہ لاکھوں سلام  
یہ عمل، کھیل کود کو چھوڑنے سے زیادہ عظیم اور بہت بلند ہے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شیر خوارگی کی عمر سے آگے بڑھ چکے ہوں اور یہ ثابت بھی نہیں کہ آپ لڑکوں کے ساتھ کھیل، تماشے میں شریک و مشغول ہوئے ہوں۔ بلکہ اگر یہ الفاظ احادیث سے ثابت ہوں تو بھی اس کی

مناسب طور پر تاویل کرنا ضروری ہے۔ [۱]

**دوسری وجہ:** یہ ہے کہ ذنب سے مراد بچپن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں کے ساتھ کھیل کے لیے جانے کا قول کرنے والا کیا کرے گا کہ اگر باری تعالیٰ کے قول: مَا تَقَدَّمَ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن میں بچوں کے ساتھ کھیل کو دمراد لیے جائیں تو پھر وہ مَا تَأَخَّرَ کے بارے میں کیا کہے گا؟ اور مَا تَأَخَّرَ سے کون سے غیر شائستہ افعال مراد ہوں گے؟

**ساتواں قول:** یہ قول امام عطاء خراسانی کا ہے: وہ کہتے ہیں: (مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبٍ) ابوبیک آدم وحواء (وَمَا تَأَخَّرَ) من ذنب امتک۔

(مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبٍ) سے مراد آپ کے والدین، حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کی لغزش ہے۔ اور (وَمَا تَأَخَّرَ) سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے گناہ ہیں۔

یہ قول بھی ضعیف ہے اس کے ضعف کے کئی وجوہات ہیں۔

**پہلی وجہ:** تو یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام معصوم ہیں، ان کی طرف کسی گناہ کو منسوب کرنا درست نہیں، بلکہ یہ ایسی تاویل ہے جو خود تاویل کی محتاج ہے۔

**دوسری وجہ:** یہ ہے کہ ”ک“ خطاب کے ساتھ مخاطب کیے گئے ایک شخص کے گناہ کو دوسرے شخص کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا۔

**تیسری وجہ:** یہ ہے کہ تمام امت کے گناہ معاف نہیں ہوں گے بلکہ بعض گناہ گاروں کے گناہ بخشے جائیں گے اور بعض کے گناہوں کو معاف نہیں کیا جائے گا۔ [۲]

[۱] مثلاً پہلی تاویل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں کے ساتھ صرف جانے کو لہو و لعب سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔

دوسری یہ ہے کہ لہو و لعب اس وقت معصیت بنتے ہیں جبکہ شرعاً ان کو ممنوع قرار دے دیا جائے، ظاہر ہے کہ جس وقت شریعت کا رد وہی نہ ہوا تھا تو درحقیقت یہ امور معصیت ہی نہ تھے۔

تیسری یہ ہے کہ کوئی گناہ کا کام درحقیقت اس وقت عمل شربتا ہے، جب اس کا انجام دینے والا اپنی عمر کی اس منزل کو پہنچ چکا ہو جہاں شعور و احساس کی دولت سے مالا مال قرار دیا جاتا ہو، اور احکام و شرائع کی ذمہ داریاں اس کے سر ڈالی جاتی ہوں۔ لیکن اگر کوئی طفل نابالغ ہو تو کیسے کہیں گے کہ گناہ کا مرتکب ہوا۔

[۲] اس ساتویں قول کا سرسری مطالعہ کرنے والے کو یہ گمان ہو سکتا ہے کہ کنزالایمان میں سورۃ الفتح آیت: ۲ کا ترجمہ بھی یہی ہے لیکن یہ صحیح نہیں۔ اس ساتویں قول اور ترجمہ کنزالایمان میں صرف اس قدر اشتراک ہے...

**آٹھواں قول:** حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے آپ فرماتے ہیں: ممّا یكون یعنی جو بھی گناہ سرزد ہوں گے، انہیں معاف کر دیا جائے گا۔

امام سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اس قول کی بھی تاویل کی جائے گی کیونکہ لائق تاویل ہے۔ اور کہا جائے گا۔ ممّا یكون لو کان یعنی اگر کوئی لغزش ہوئی ہو یا ہو۔ (تو اسے معاف کر دیا) اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس مقام پر فائز ہیں اگر بفرض محال ماضی یا مستقبل میں آپ سے کوئی لغزش ہوں بھی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے فضل و شرافت اور وجاہت کی وجہ سے ان گناہوں کو بخش دیا۔

**نواں قول:** الْمُرَادُ مَا يَقَعُ لَكَ مِنْ ذَنْبٍ وَمَا لَمْ يَقَعْ، أَعْلَمَهُ أَنَّهُ مَغْفُورٌ لَهُ۔

شفائیں قاضی عیاض نے تحریر فرمایا ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی لغزش ہوئی ... کہ خطاب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن 'ذنب' کی نسبت آپ کی طرف حقیقی نہیں۔ حقیقت میں 'ذنب' کا تعلق کسی اور سے ہے اور ایجاز حذف یا مجاز عقلی کے طور پر آپ کی طرف اس کی اسناد فرمائی گئی ہے۔ رہا اس ساتویں قول میں تَوْصًا تَقَدَّرَ مِنْ ذَنْبِكَ تمہارے اگلوں کے گناہ" سے گناہ کی نسبت حضرت آدم علیہ السلام کی طرف کی گئی ہے۔ اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یہ نسبت آپ کے اگلوں یعنی تمام آباء کے کرام و امہات طیبات کی طرف کی ہے اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا استثناء کیا ہے۔ مَا تَأَخَّرَ تمہارے پچھلے یعنی قیامت تک تمہارے اہل بیت و امت مرحومہ مراد لیا ہے۔ اس مقام پر مجدد اعظم، اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی عبارت فتاویٰ رضویہ ملاحظہ ہو:

اسی وجہ پر آیہ کریمہ سورہ فتح میں لَامَ لَكَ، تعلیل کا ہے۔ اور مَا تَقَدَّرَ مِنْ ذَنْبِكَ تمہارے اگلوں کے گناہ اعمیٰ سیدنا عبداللہ وسیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منتہائے نسب کریم تک تمام آباء کے کرام و امہات طیبات باستثناء انبیاء کرام مثل آدم و شیث و نوح و خلیل و اسمعیل علیہم الصلوٰۃ والسلام، اور مَا تَأَخَّرَ تمہارے پچھلے یعنی قیامت تک تمہارے اہل بیت و امت مرحومہ تو حاصل آیہ کریمہ یہ ہوا کہ "ہم نے تمہارے لیے فتح مسبین فرمائی تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے بخش دے تمہارے علاقہ کے سب اگلوں، پچھلوں کے گناہ۔ واللہ اعلم رب العالمین۔ (فتاویٰ رضویہ، ج: ۲۹، ص: ۴۰۰ پور بندر، گجرات)

اور دوسری وجہ کا جواب یہ ہے کہ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہی الاقان فی علوم القرآن، الجزء الرابع، ص: ۱۳۹۴، النوع الحادى والنوعون فی وجہ مخاطبات میں تحریر فرمایا ہے کہ خطاب قرآنی کی ۳۴ اقسام ہیں جن میں سے ایک قسم خطاب العین والمراد بہ الغیر ہے یعنی خطاب نبی سے ہو اور مراد غیر نبی ہوں۔ ان تمام اقسام کو امام موصوف نے قرآن کی مثالوں سے واضح کیا ہے۔ خطاب خاص نبی سے ہوں لیکن ...

یا نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلادیا کہ آپ مغفور یعنی معاف کیے ہوئے ہیں۔

**دسواں قول:** اَلْمُتَقَدِّمُ مَا كَانَ قَبْلَ النَّبُوَّةِ، وَالْمُتَأَخِّرُ: عِصْمَتُكَ بَعْدَهَا

مَا تَقَدَّمَ سے مراد اعلان نبوت سے قبل کی لغزش اور مَا تَأَخَّرَ سے مراد اعلان نبوت کے بعد

... مخاطب صرف غیر نبی ہوں۔ اس کی ایک مثال ہدیہ قارئین ہے۔ فَبِأَن كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِّمَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ فَاسْأَلِ الَّذِينَ يَقْرَأُونَ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكَ لَقَدْ جَاءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ”اگر تجھے اس میں کچھ شبہ ہو جو ہم نے تیری طرف (قرآن) اتارا، تو ان سے پوچھ لو جو تجھ سے پہلے کتاب پڑھنے والے ہیں، بیشک تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے حق آیا۔ تو تو ہرگز شک والوں میں نہ ہو“ (سورہ یونس، آیت: ۹۴) اور یہ ناممکن ہے کہ نبی کریم ﷺ پر جو کتاب نازل ہوئی کبھی اس میں آپ کو کچھ شک ہوا ہو۔

اور تیسری وجہ کے تعلق سے یہ بیان ہے کہ مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے: جو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، تو اللہ تعالیٰ اُس پر آگ (جہنم) کو حرام فرما دے گا۔ (مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنة قطعا ص: ۲۹۶، حدیث: ۲۹)

مذکورہ حدیث پاک کے متعلق علامہ عبد الرؤف مناوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: جو شخص اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت کی گواہی دے یا تو ابتدا میں (رحمت الہی سے بغیر حساب و کتاب کے) جنت میں داخل ہوگا یا پھر اپنے گناہوں کی سزا پا کر (گناہوں سے) پاک ہو کر داخل ہوگا۔ بہر حال مؤمن جنت میں داخل ضرور ہوگا۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس حدیث سے تو یہ ثابت ہوا کہ کوئی بھی گناہ گار مؤمن جہنم میں جائے گا ہی نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو معاف کر دیا جائے گا لیکن یہ لازم نہیں آتا کہ کوئی مسلمان جہنم میں نہیں جائے گا بلکہ گناہ گار مسلمان جہنم میں جائیں گے اور سزا پوری ہونے سے قبل انہیں معاف کر دیا جائے گا۔ (فیض القدر، حرف المیم ج: ۶ ص: ۱۵۹، تحت الحدیث: ۸۷۷، المعرفۃ بیروت، لبنان۔)

لہذا جو ایمان کے ساتھ اس دنیا سے چلا جائے اگرچہ وہ گناہ گار ہو، اس نے بہت گناہ کیے ہوں خواہ صغیرہ گناہ کئے ہوں یا کبیرہ، اس پر توبہ کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ اسے بالآخر جنت میں داخل عطا فرمائے گا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے رب کے پاس سے آنے والے نے مجھے بشارت دی کہ میری امت میں سے جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ اس نے شرک نہ کیا ہو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ میں نے کہا اگرچہ اس نے زنا کیا ہو یا چوری کی ہو، آپ نے فرمایا: اگرچہ اس نے زنا کیا ہو یا چوری کی ہو۔ (صحیح بخاری، کتاب اللباس باب الثیاب البیض ج: ۲ ص: ۸۶۷، الرقم ۵۸۲، مجلس برکات)...

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت یعنی آپ کو معصوم رکھنا ہے۔ یہ قول احمد بن نصر نے بیان کیا ہے۔

### گیارہواں قول: اَلْمَرَادُ مَا كَانَ عَنْ سَهْوٍ وَعَفْلَةٍ وَتَأْوِيلُ

اسے علامہ طبری نے بیان کیا ہے اور علامہ قشیری نے اختیار کیا ہے۔ کہ اس سے مراد وہ

... علامہ ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص توحید پر مرادہ قطعاً ہر حال میں جنت میں داخل ہوگا۔ (ہاں اس کے دخول میں تفصیل ہے وہ یہ ہے کہ) اگر وہ گناہوں سے محفوظ رہا، یا گناہ تو ہوئے لیکن اُس نے شرک و کبیرہ گناہوں سے سچی توبہ کر لی اور پھر توبہ کے بعد کبھی کوئی گناہ نہیں کیا تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور جہنم میں بالکل نہیں جائیں گے اور جس نے کبیرہ گناہ کیے ہوں گے اور پھر بغیر توبہ کے مر گیا تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے، اگر وہ چاہے تو اسے معاف فرما کر جنت میں داخل کر دے اور اگر چاہے تو اسے عذاب دے، پھر جنت میں داخل فرما دے، بہر حال جو بھی ایمان پر مرادہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا اگرچہ اس نے گناہ کیے ہوں جیسے کوئی بھی کافر کبھی بھی جنت میں داخل نہیں ہو سکتا اگرچہ بظاہر اس نے جنت بھی نیکیاں کی ہوں۔ (شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنة قطعاً: ۱، ص: ۲۱۷)، تو خلاصہ کلام یہ ہے کہ تمام امت کے گناہ معاف ہوں گے جو بحالت ایمان فوت ہوئے، سزا سے پہلے ہی یا سزا پانے کے بعد، جیسا کہ علامہ مناوی علیہ الرحمہ نے بیان فرمایا۔

اسی طرح بخاری شریف، کتاب التوحید میں ہے: مجشر میں حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جائے گا۔ اے محمد! اپنا سراٹھاؤ، جو کہ وہ سنا جائے گا، جو مانگو گے وہ دیا جائے گا، جو شفاعت کرو گے قبول کی جائے گی۔ پھر میں کہوں گا اے رب! میری امت، میری امت، کہا جائے گا کہ جاؤ اور ان لوگوں کو دوزخ سے نکال لو جن کے دل میں ذرہ یا رائی برابر بھی ایمان ہو۔ چنانچہ میں جاؤں گا اور ایسا ہی کروں گا۔ پھر میں لوٹوں گا اور یہی تعریفیں پھر کروں گا اور اللہ کے لیے سجدہ میں چلا جاؤں گا۔ مجھ سے کہا جائے گا۔ اپنا سراٹھاؤ کہو، آپ کی سنی جائے گی، میں کہوں گا اے رب! میری امت! میری امت! اللہ تعالیٰ فرمائے گا جاؤ اور جس کے دل میں ایک رائی کے دانہ کے کم سے کم تر حصہ کے برابر بھی ایمان ہو اسے بھی جہنم سے نکال لو۔ پھر میں جاؤں گا اور نکالوں گا۔ میں کہوں گا اے رب! مجھے ان کے بارے میں بھی اجازت دیجئے۔ جنہوں نے لا الہ الا اللہ کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری عزت، میرے جلال، میری کبریائی، میری بڑائی کی قسم! اس میں سے انہیں بھی نکالوں گا جنہوں نے کلمہ لا الہ الا اللہ کہا ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب کلام الرب عز وجل یوم القیامۃ مع الانبیاء وغیرہم، الحدیث: ۵۱۰، ج: ۲، ص: ۱۱۸، مجلس برکات)

اہل سنت کے نزدیک مسلمان کا جنت میں جانا واجب شرعی ہے، اگرچہ معاذ اللہ مواخذے کے بعد۔ (فتاویٰ رضویہ، ج: ۳، ص: ۶۷، پور بندر، گجرات)

امور ہیں جو آپ ﷺ سے سہو، غفلت اور تاویل سے سرزد ہوئے، (ان کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا۔)

**بارہواں قول:** مُخَاطَبَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ هَاهُنَا هِيَ مُخَاطَبَةُ لِأُمَّتِهِ۔

مکی کہتے ہیں کہ اس آیت میں اگرچہ خطاب تو حضور اکرم ﷺ کو ہے لیکن اس سے مراد آپ کی امت ہے۔

یہ بارہ اقوال ہیں اور یہ سب غیر مقبول ہیں: ان میں سے بعض مردود ہیں، بعض ضعیف اور بعض میں تاویل ہے۔ [۱]

[۱] ان بارہ اقوال میں سے ایک قول سید المفسرین، جَبْرِ الْأُمَّةِ، حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہوا۔ امام بکی علیہ الرحمہ نے آپ کے قول کی جو تاویل اور وضاحت فرمائی ہے، اس میں شان محبوبیت کا بیان ہے اور ایسے معنی و مفہوم ہی عصمت نبوت کے شایان شان ہیں۔ اور معلوم ہونا چاہیے کہ آپ وہ ہیں جنہوں نے خود صاحب قرآن ﷺ سے علوم قرآن سیکھے۔ آپ کے لیے معلم کائنات ﷺ نے دعا فرمائی: **اللَّهُمَّ! فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ وَعَلِّمَهُ التَّأْوِيلَ** الہی! عبد اللہ کو دین کی سمجھ اور اپنی کتاب کی تفسیر عطا فرما۔ (الاصابة فی تمیز الصحابة، حرف العین، القسم الاول، ج: ۴، ص: ۹۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو علم و فضل میں آپ کے ہمسر تھے، فرماتے تھے کہ عبد اللہ بن عباس قرآن کے کیا اچھے ترجمان ہیں: **نعم ترجمان القرآن ابن عباس۔** (المرجع السابق، ج: ۴، ص: ۹۲)

آپ کا لقب جَبْرِ الْأُمَّةِ تھا اور اس کا معنی ہے: امت کے بہت بڑے عالم۔ امیر المومنین، حضرت عرفا روق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی ذہانت اور ذکاوت کی وجہ سے آپ کو شیوخ بدر کے ساتھ مجلسوں میں شریک کرتے تھے، بعض صحابہ کو اس سے شکایت ہوئی، انہوں نے کہا کہ ان کو ہمارے ساتھ مجلسوں میں کیوں شریک کرتے ہو، ان کے برابر تو ہمارے لڑکے ہیں، فرمایا تم لوگ ان کا مرتبہ جانتے ہو، اس کے بعد ان کی ذہانت کا مشاہدہ کرانے کے لیے ایک دن آپ کو بلایا اور لوگوں سے پوچھا کہ اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ کے بارے میں تم لوگوں کا کیا خیال ہے کہ اس کے کیا معنی ہیں؟ کسی نے جواب دیا کہ ہم کو نصرت و فتح پر خدا کی حمد و ثنا کا حکم دیا گیا ہے، اور کچھ خاموش رہے، پھر آپ سے پوچھا کہ ابن عباس! تمہارا بھی یہی خیال ہے، انہوں نے کہا نہیں۔ پوچھا، پھر کیا ہے؟ عرض کیا: اس میں حضور ﷺ کی وفات کا اشارہ ہے...

## اقوال مقبولہ

وہ اقوال جو مقبول ہیں، درج ذیل ہیں۔

شفا میں ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ آپ فرمائیں: وَمَا أَدْرِي مَا يُفَعَّلُ بِي وَلَا يَكُمُ إِلَّا مَا يُؤْمَرُ إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ④ (سورۃ الاحقاف)

اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا۔ (کنز الایمان)  
تو کافراں سے بہت خوش ہوئے، اس کے بعد اللہ رب العزت نے (جواباً) یہ آیت اتاری: لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ (سورۃ الفتح، آیت: ۲)  
تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔  
(کنز الایمان)

اور اس کے بعد کی دوسری آیت میں ایمان والوں کے احوال بھی بتا دیا۔ اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہوا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ سے کوئی لغزش بھی ہوئی ہوتی تو بلا پرش اس کو بخش دیا جاتا۔

میں (امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کہتا ہوں کہ اس اثر کو ابن منذر نے اپنی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ آپ بیان فرماتے ہیں: آیت کریمہ وَمَا أَدْرِي مَا يُفَعَّلُ بِي وَلَا يَكُمُ إِلَّا مَا يُؤْمَرُ إِلَيَّ کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیات کریمہ لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ اور لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَ

... امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جو تم کہتے ہو، یہی میرا بھی خیال ہے۔ (بخاری، کتاب التفسیر، باب

قوله فَسَيُخْرِجُ مُحَمَّدٌ رَّبِّكَ وَاسْتَغْفِرُكَ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ⑤ ج: ۲، ص: ۷۳۳، مجلس برکات)

اور بھی بہت سی نظیریں اور شواہد ہیں۔ مختصر یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو خاص طور پر کلام اللہ کی تفسیر و تاویل و آیت قرآنی کے شان نزول اور ناسخ و منسوخ کے علم میں بہت زیادہ مہارت و وسعت عطا فرمائی تھی۔ آپ کی فہم، تفسیر قرآن میں ایسی دقیقہ رس تھی کہ وہاں تک مشکل سے دوسروں کا خیال پہنچ سکتا تھا۔

الْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَيُكَفَّرُ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَكَانَ ذَلِكَ عِنْدَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٥﴾ نازل فرمایا۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو بتا دیا کہ وہ آپ کے ساتھ اور ایمان والوں کے ساتھ (آخرت میں) کیا معاملہ فرمائے گا۔ (درمنثور، سورۃ الاحقاف، تحت الآیۃ: ۹، ج: ۱۳، ص: ۳۱۳، ۳۱۴، الدرر السات العربیۃ والاسلامیۃ)

امام احمد، امام ترمذی اور امام حاکم رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حدیبیہ سے واپسی کے وقت نبی کریم ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی: لِيُكَفِّرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ تاکہ اللہ تمہارے صدقے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے گناہ بخش دے۔ (کنز الایمان)

تو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے زمین پر موجود تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سامنے اسی آیت کی تلاوت فرمائی، تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ آپ کو مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے تو بیان فرما دیا کہ وہ آپ کے ساتھ کیا کرے گا، اب (یہ معلوم نہیں کہ) ہمارے ساتھ کیا کیا جائے گا، تو تاجدار رسالت ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی: لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَيُكَفَّرُ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَكَانَ ذَلِكَ عِنْدَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٥﴾ (سورۃ الفتح) تاکہ وہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو ان باغوں میں داخل فرما دے، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے اور تاکہ اللہ ان کی برائیاں ان سے مٹا دے، اور یہ اللہ کے یہاں بڑی کامیابی ہے۔ (ترمذی، کتاب التفسیر، باب من سورۃ الفتح، ص: ۳۸، الحدیث ۳۲۶۳، مکتبۃ المعارف، الریاض) [۱]

[۱] اس آیت وَمَا أَدْرِي مَا يَفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ کے نزول پر کفار بہت خوش ہوئے یا آج وہابی، دیوبندی خوش ہیں۔۔۔



قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ”شفاء“ میں تحریر فرماتے ہیں:

کہ بعض علماء نے کہا ہے اس آیت میں مغفرت سے مراد تمام عیبوں اور خامیوں سے

بری ہونا ہے۔

... چنانچہ علامہ علی بن محمد خازن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مشرک خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ لات وعزیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہمارا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یکساں حال ہے، انہیں ہم پر کچھ بھی فضیلت نہیں، اگر یہ قرآن ان کا اپنا بنایا ہوا نہ ہوتا تو ان کو بھیجے والا انہیں ضرور خبر دیت کہ وہ ان کے ساتھ کیا کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ (سورۃ الفتح، آیت ۲) تاکہ اللہ تمہارے صدقے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے گناہ بخش دے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم حضور کو مبارک ہو، آپ کو تو معلوم ہو گیا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا، اب یہ انتظار ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ کیا کرے گا؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: لِيُذْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَيُكَفِّرُ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَكَانَ ذَلِكَ عِنْدَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا (سورۃ الفتح) تاکہ وہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو ان باغوں میں داخل فرما دے، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ اور یہ آیت نازل ہوئی: وَيُثَبِّثُ الْمُؤْمِنِينَ يَأْتِي لَهُمْ مِنَ اللَّهِ فَضْلًا كَثِيرًا (سورۃ الاحزاب) اور ایمان والوں کو خوشخبری دے دو کہ ان کے لیے اللہ کا بڑا فضل ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور مومنین کے ساتھ کیا کرے گا۔ (تفسیر الخازن، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۹، ج: ۴، ص: ۱۲۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان) **فائدہ:** دیکھئے کفار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خاتمہ سے لاعلمی پر کتنا خوش ہوئے! ایسے ہی بدعتیدہ لوگ یہ آیت دلیل کے طور پر پیش کر کے اپنے آپ خوش ہوتے ہیں، اس سے سمجھ لیجئے کہ یہ کون ہیں! گویا کہ دشمنی رسول میں یہ اور کفار مکہ دونوں کی ایک جیسی صورت ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک

اور جب کہ مسلمانان اہل سنت حضور سید المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت اور رفعت و مرتبت سن کر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پیروی میں خوشیوں کا اظہار کرتے ہیں۔

**نوٹ:** مجدد اعظم، اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب اِنْبَاءُ الْحَقِّ اَنَّ كَلَامَهُ الْمُضَوَّنَ ثَبَاتًا لِكُلِّ شَيْءٍ (قرآن مجید ہر چیز کا روشن بیان ہے) میں اسی آیت کو ذکر کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی پر بطور دلیل یہ آیت پیش کرنے والوں کا رد فرمایا اور اس آیت میں مذکور نفی وَمَا اَذْرَجِ: میں نہیں جانتا کے ۱۰ وجوہات ارشاد فرمائے ہیں، تفصیل کے لیے مذکورہ کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔

شیخ عز الدین بن عبد السلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب نہایۃ السوال فیما سنع من تفضیل الرسول ﷺ میں لکھتے ہیں:

اللہ رب العزت نے کئی اعتبار سے ہمارے نبی اکرم ﷺ کو تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دی ہے۔ ان خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو آگاہ فرما دیا ہے: **غفر له ما تقدم من ذنبه وما تاخر** کہ آپ ﷺ کے اگلے اور پچھلے گناہ (اگر ہوتے بھی تو) بخش دیے گئے ہیں۔ اور کسی روایت میں نہیں ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کو بھی یہ خبر دی ہو بلکہ ظاہر یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اور کسی نبی کو یہ خبر نہیں دی کیونکہ جب محشر کے دن انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے شفاعت طلب کی جائے گی تو ہر نبی کو اپنی (ظاہری) لغزش یاد آئے گی جو انہیں پیش آئی اور ”نفسی، نفسی“ کہیں گے۔ اگر ان میں سے کسی کو بھی اپنی (ظاہری) خطا کی مغفرت کا علم ہوتا تو وہ اس مقام پر شفاعت کا انکار نہ کرتے۔ اور جب تمام لوگ شفیع المذنبین، رحمت اللعالمین ﷺ سے شفاعت طلب کریں گے تو آپ فرمائیں گے۔ ”انالہا“ ہاں! میں اس شفاعت کے لیے ہوں۔ [۱]

امام سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: میں نے اپنی فہم کے مطابق اس آیت **لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ** (سورۃ الفتح، آیت: ۲) میں اس کے ماقبل وما بعد کو ملحوظ رکھ کر خوب غور و فکر کیا۔ تو میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس کو صرف ایک ہی

[۱] علامہ عز الدین علیہ الرحمہ کی عبارت ختم ہوئی۔ اس کے بعد شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: ”یعنی اگرچہ تمام انبیاء مغفور ہیں اور انبیاء کو عذاب ہونا ممکن نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی صراحت خبر نہیں دی اور کسی نبی کو بھی اس فضیلت کی خبر نہیں دی اور مغفرت کی تصریح صرف حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے، تاکہ آپ اپنے متعلق تشویش سے فارغ ہو کر تسلی کے ساتھ امت کے گناہوں کی مغفرت اور ان کے درجات کی بلندی کی شفاعت میں کوشش کریں۔“ (مدارج النبوۃ، ج ۱، ص ۱۲۵، سکھر)

قیامت کے اس منظر کو مجدد اعظم، اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے بڑے نفیس انداز میں بیان کیا ہے: بعینہ عبارت پیش ہے: ”اُس دن آدم صلی اللہ سے عیسیٰ کلمۃ اللہ تک سب انبیاء اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام نفسی نفسی فرمائیں گے اور حضور اقدس ﷺ ”اَنَا لَهَا اَنَا لَهَا“ میں ہوں شفاعت کے لیے، میں ہوں شفاعت کے لیے۔ انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقررین سب ساکت ہوں گے اور وہ منتظم۔ سب سر بہ گریبان، وہ...

سب پر محمول کیا جاسکتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ سید المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم ہے، بغیر اس کے کہ اس جگہ کوئی گناہ متصور ہو۔

اس مجمل کلام کی تشریح یہ ہے کہ بادشاہ نے اپنے کسی خاص مقرب یا وزیر کی تشریف اور امتیاز کے واسطے فرماتا ہے کہ ہم نے تیرے سات خون معاف کیے، تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ پہلے خون کر چکا ہے یا بعد میں کرے گا۔ یہ جملہ صرف تکریم کے معنی پر محمول ہوگا۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی گناہ نہیں ہوا، لیکن اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف و اعزاز کو ظاہر

... ساجد و قائم۔ سب محل خوف میں، وہ آمن و ناعم۔ سب اپنی فکر میں، انہیں فکر عوالم۔ سب زیر حکومت، وہ مالک و حاکم، بارگاہ الہی میں سجدہ کریں گے۔ ان کا رب انہیں فرمائے گا: يَا مُحَمَّدُ اِذْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ تَسْمَعُ وَسَلِّ تَعْطَلُ وَاشْفَعْ تُشْفَعُ (صحیح البخاری: کتاب التوحید، باب کلام الرب عز و جل یوم القیامۃ مع الانبیاء وغیرہم الحدیث: ۵۱۰ ج ۲، ص: ۱۱۸، مجلس برکات، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اثبات الشفاعۃ) اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور عرض کرو کہ تمہاری عرض سنی جائے گی، اور مانگو کہ تمہیں عطا ہوگا، اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول ہے۔ اس وقت اولین و آخرین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد و ثناء کا غلغلہ پڑ جائیگا اور دوست، دشمن، موافق، مخالف، ہر شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت کبریٰ و سیادت عظمیٰ پر ایمان لائے گا۔ والحمد لله رب العلمین“ (فتاویٰ رضویہ، ج: ۳۰، ص: ۱۸۱، پور بندر، گجرات)

معلوم ہونا چاہیے کہ شفاعت کبریٰ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم باب شفاعت۔ باذن الہی کھول دیں گے تو تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی شفاعت فرمائیں گے۔

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں: قیامت کے دن مرتبہ شفاعت کبریٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے کہ جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح باب شفاعت نہ فرمائیں گے کسی کو مجال شفاعت نہ ہوگی پھر تو شفاعت کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ سے کم سے کم بھی ایمان ہوگا، اس کے لیے بھی شفاعت فرما کر اُسے جہنم سے نکالیں گے، یہاں تک کہ جو سچے دل سے مسلمان ہوا اگرچہ اس کے پاس کوئی نیک عمل نہیں ہے، اسے بھی دوزخ سے نکالیں گے۔ اب تمام انبیاء اپنی اُمت کی شفاعت فرمائیں گے، اولیائے کرام، شہداء، علماء، حفاظ، تجّاج، بلکہ ہر وہ شخص جس کو کوئی مصیبت دینی عنایت ہوا، اپنے اپنے متعلقین کی شفاعت کرے گا۔ نابالغ بچے جو مر گئے ہیں، اپنے ماں باپ کی شفاعت کریں گے، یہاں تک کہ علماء کے پاس کچھ لوگ آکر عرض کریں گے: ہم نے آپ کے وضو کے لیے فلاں وقت میں پانی بھر دیا تھا، کوئی کہے گا: کہ میں نے آپ کو استنجے کے لیے ڈھیلا دیا تھا، علماء اُن تک کی شفاعت کریں گے۔ (بہار شریعت، ج: ۱، ص: ۱۳۹، ۱۴۰، مکتبۃ المدینہ)....

کرنے کے لیے یہ فرمایا: ہم نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب بخش دیے۔

بلکہ اللہ رب العزت نے اس آیت کریمہ لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَ  
مَا تَأَخَّرَ وَبُيِّنَ نِعْمَتُهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ⑤ وَيُنْصِرَكَ اللَّهُ نَصْرًا  
عَظِيمًا ⑥ (سورۃ الفتح) میں اپنے بندوں کو اپنی طرف سے عطا کردہ تمام قسم کی اخروی و دنیوی  
نعمتوں کا اجتماعی بیان فرمادیا ہے۔ تمام اخروی نعمتیں دو قسم کی ہیں۔

(۱) سلبیہ: اور یہ گناہوں کی بخشش ہے۔

... رہا ابتداء میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ”نفسی نفسی“ پکارنا تو اس وجہ کو بڑے نفیس و عمدہ انداز میں  
مجدد و اعظم، اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا قدس سرہ العزیز رقم فرماتے ہیں: ”اولاً حق جل و علا کی یہ حکمت جلیلہ  
خیال کرے کہ کیونکر اہل محشر کے دلوں میں ترتیب و ارا نبیائے عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حبانہ  
الہام فرمائے گا۔ اور دفعۃً بارگاہ اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر نہ لائے گا کہ حضور تو یقیناً شفیع مشفع  
ہیں۔ ابتداء یہیں آتے تو شفاعت پاتے۔ مگر اولین و آخرین و موافقین و مخالفین خلق اللہ اجمعین پر کیونکر کھلتا کہ  
یہ منصب اُمّ اسی سید اکرم مولا نے اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ خاصہ ہے جس کا دامن رفیع جلیل و منیع تمام انبیاء  
و مرسلین کے دست ہمت سے بلند و بالا ہے۔

پھر خیال کیجئے کہ دنیا میں لاکھوں کروڑوں کان اس حدیث سے آشنا اور بے شمار بندے اس حال کے شناسا  
عرصات محشر میں صحابہ و تابعین و ائمہ محدثین و اولیائے کاملین و علمائے عاقلین سبھی موجود ہوں گے۔ پھر کیونکر یہ  
جانی پہچانی بات دلوں سے ایسی بھلا دی جائے گی کہ اتنی کثیر جماعتوں میں ان طویل مدتوں تک کسی کو اصل یا د نہ  
آئے گی۔ پھر نبوت نبوت حضرات انبیاء سے جواب سنتے جائیں گے۔ جب مطلق دھیان نہ آئے گا کہ یہ  
وہی واقعہ ہے جو سچے منجھرنے پہلے ہی بتایا ہے۔

پھر حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو دیکھئے۔ وہ بھی یکے بعد دیگرے انبیائے مابعد کے پاس بھیجتے حبانیں  
گے۔ یہ کوئی نہ فرمانے گا کہ کیوں بیکار ہلاک ہوتے ہو۔ تمہارا مطلوب اس پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس  
ہے۔ یہ سارے سامان اسی اظہار عظمت و اشتہار و جاہت محبوبہ باشکوت کی خاطر ہیں لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا  
كَانَ مَفْعُولًا ⑦ (تا کہ اللہ پورا کرے جو کام ہوتا ہے، اور درود و سلام نازل فرمائے، اپنے محبوب  
پر۔ ت۔) (فتاویٰ رضویہ، ج ۳۰، ص ۲۲۵، پور بندر، گجرات)

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزم محشر کا

کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانے یوالی ہے

(ذوقِ نعت، ص 161)

(۲) **ثبوتیہ:** اور یہ غیر متناہی ہیں یعنی جن کی انتہا نہیں ہے۔ اس کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا ہے: **وَيُؤْتِمُرُ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ** ”اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دے۔“ (کنز الایمان)

دنیاوی نعمتیں دو قسم کی ہیں:

(۱) **دینیہ:** اس کی طرف اس آیت میں اشارہ فرمایا ہے: **وَيَهْدِيكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا** ① ”اور تمہیں سیدھی راہ دکھا دے۔“ (کنز الایمان)

(۲) **دنیویہ:** اگر یہاں اس سے مقصود دین ہو تو یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَيَنْصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَظِيمًا** ”اور اللہ تمہاری زبردست مدد فرمائے۔“ (کنز الایمان)

اخروی نعمتوں کو دنیوی نعمتوں پر مقدم فرمایا اور دنیوی دینی نعمتوں کو دنیوی غیر دینی نعمتوں پر مقدم فرمایا تاکہ اہم کا ذکر غیر اہم سے پہلے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان کو اپنی تمام قسم کی نعمتوں کو ان پر تمام کر کے ظاہر کیا جو ان کے علاوہ کسی اور میں نہیں ہیں۔

اسی لیے ان نعمتوں کے ذکر کو فتح مبین کی غایت بنایا اور ”إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ“ میں نون عظمت (نون جمع) کا تذکرہ رفعت و عظمت کے اظہار کے لیے کیا اور لفظ **لَكَ** (تمہارے لیے) کا ذکر فرما کر اس نعمت کو اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص فرمایا۔

پھر امام سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: جب یہ مطلب (کہ اس آیت کی مراد صرف یہ ہے کہ یہ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بغیر اس کے کہ آپ سے کوئی گناہ ہوا ہو، کلمہ تشریف و تکریم ہے۔) مجھ پر واضح ہوا۔ تو بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ ابن عطیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بھی یہی نقطہ نظر ہے اور وہ یہ کہ اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں لیکن یہ مژدہ اظہار شرف و اعزاز کے لیے سنایا گیا۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ’مغفرت‘ سے مراد ’عصمت‘ ہے۔ اس آیت **لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَ مَا تَأَخَّرَ** ”تاکہ اللہ آپ کے اگلے پچھلے گناہ بخشے“ کا مفہوم یہ ہے۔ **وَلِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ فِيمَا تَقَدَّمَ مِنْ غَمْرِكَ وَ فِيمَا تَأَخَّرَ مِنْهُ** تاکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے بھی گناہوں سے معصوم رکھا ہے وہ اسی طرح بعد میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گناہوں سے بچا تارہے گا اور معصوم رکھے گا۔ یہ قول انتہائی خوبصورت ہے۔

علماء بلاغت نے تحفیات کو مغفرت، عفو اور توبہ کے الفاظ سے بطور کنایہ تعبیر کرنے کو قرآن پاک کے اسلوب بلاغت سے شمار کیا ہے۔ جیسے:

(۱) جب رات کا قیام منسوخ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: عَلِمَ أَنْ لَنْ تُحْصَوْهُ فَتَأْتِي عَلَيْكُمْ فَأَقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ (سورۃ المزمل، آیت: ۲۰) ”اے معلوم ہے کہ اے مسلمانو! تم سے رات کا شمار نہ ہو سکے گا تو اس نے اپنی مہر سے تم پر رجوع فرمائی اب قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہوا پڑھو۔“ (کنز الایمان)

(۲) جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرنے سے پہلے صدقہ دینے کا حکم منسوخ ہوا تو ارشاد ہوا: فَإِذَا لَمْ تَفْعَلُوا وَتَأْتِ الْهُدَىٰ عَلَيْكُمْ (سورۃ المجادلہ، آیت: ۱۳) ”پھر جب تم نے یہ نہ کیا اور اللہ نے اپنی مہر سے تم پر رجوع فرمائی۔“ (کنز الایمان)

(۳) رمضان المبارک کی راتوں میں جماع کی حرمت کو منسوخ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: فَتَأْتِ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْآنَ بَاشِرُكُمْ (سورۃ البقرہ، آیت، ۱۸۷) ”تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف فرمایا تو اب ان سے صحبت کرو۔“ (کنز الایمان) [۱]

هذا ما تيسر لهذا العبد الفقير المدعو به عبد القيوم المصباحي والحمد لله  
لله اولا واخرا والصلوة والسلام على سيد المعصومين محمد وعلى آله  
وصحبه البرر التقى ظاهرا وباطنا۔

[۱] بطور افادہ: اس آیت کریمہ میں یہ سب توجیہات و اقوال اس بنا پر ہیں کہ آیت کریمہ لِيَغْفِرَ لَكَ الْاَيَاتِ میں ’لام‘ حرف جر، تخصیص کے معنی میں لیا گیا ہے۔ لیکن اس ’لام‘ کو اگر بجائے تخصیص کے ’تعلیل و سبب‘ (جو ’لام حرف جر‘ کے معانی مشترکہ و خاصیات میں سے ہے) کے معنی میں لیا جائے تو ان دور کی تاویلات و توجیہات کے جھیلے سے بچ جائیں۔ اور ’لام‘ کو ’سبب‘ مان لینے کے بعد (جیسا کہ بہت سے مفسرین نے تسلیم کیا ہے۔ اور آنے والے مضمون میں ان مفسرین کے اسماء کو بھی بیان کر دیا گیا ہے) یہ آیت کریمہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان اور مقام میں بے نظیر دلیل بن جاتی ہے چنانچہ مجدد اعظم، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے ’کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن‘ میں لام سببیہ ہی مان کر ترجمہ کیا ہے جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے۔



مَوّالی علی نے واری تری نیند پر نماز  
اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے

صدیق بلکہ غار میں جان اس پہ دے چکے  
اور حفظِ جاں تو جان منروضِ عنبر کی ہے

ہاں تو نے ان کو جان، اُنھیں پھیر دی نماز  
پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے

ثابت ہوا کہ جملہ منرائض منروع ہیں  
اصل الاصول بندگی اس تا جور کی ہے



## عصمت انبیاء علیہم السلام

### عصمت کا اطلاق

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى حَبِيبِهِ  
سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ۔

لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ (سورة الفتح، آیت ۲)  
اس آیت میں نبی اکرم ﷺ کی طرف مغفرت ذنب کی نسبت کی گئی ہے، ذنب کے معنوں میں سے ایک معنی: اثم یعنی گناہ ہے۔

اس لیے کچھ لوگ اس آیت اور اس طرح کی دیگر آیات کے ذریعہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عصمت پر اعتراض کرتے ہیں۔ جبکہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہر قسم کے معاصی اور نفرت انگیز امور سے پاک و صاف ہیں خصوصاً فخر موجودات، نور مجسم، سرور دو عالم، سید المعصومین ﷺ کہ آپ سے کوئی گناہ نہیں ہو سکتا، صغیرہ نہ کبیرہ، اعلان نبوت سے پہلے نہ اعلان نبوت کے بعد، سہوٰۃ نہ عمداء، حقیقتہً نہ صورتہً، مفسرین کرام نے اس آیت کے متعدد معانی بیان فرمائے ہیں۔ لیکن اس سے قبل عصمت کے حوالے سے مختصر معلومات نذر قارئین ہیں۔

### مخلوقات مکلفین تین ہیں۔ (۱) فرشتے (۲) بشر (۳) جنات

شریعت کی اصطلاح میں 'معصوم' ہونا صرف انبیاء کرام اور فرشتوں کا خاصہ ہے کہ نبی اور فرشتے کے سوا کوئی معصوم نہیں ہوتا۔ اور معصوم ہونے کا مطلب شریعت میں یہ ہے کہ ان کے لیے حفظ الہی کا وعدہ ہو چکا۔ جس کے سبب ان سے گناہ ہونا شرعاً محال ہے۔ اس لحاظ سے انبیاء کرام اور فرشتوں کے سوا کسی کو بھی معصوم کہنا ہرگز جائز نہیں۔ فرشتے اجسام نوری ہیں۔ وہ وہی کرتے ہیں جو حکم الہی ہے، خدا کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے، نہ قصداً، نہ سہوٰۃ، نہ خطاً، وہ اللہ عزوجل کے معصوم بندے ہیں، ہر قسم کے صغائر و کبائر سے پاک ہیں اور بشر میں انبیاء



علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا کوئی معصوم نہیں۔ ان کے سوا کسی اور کو معصوم ماننا بلاشبہ گمراہی و بد دینی ہے۔ اور ایسا عقیدہ رکھنے والا اہل سنت سے خارج ہے۔ اور یاد رہے کہ ائمہ کرام اور اولیاء عظام بھی معصوم نہیں بلکہ اللہ رب العزت انہیں گناہوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ یعنی ان سے گناہ نہیں ہوتے اگر ہو جائیں تو شرعاً محال بھی نہیں۔ لہذا اس حوالہ سے بھی کسی قسم کی غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہئے۔ اور رہا عرف میں نابالغ بچوں کو بھی 'معصوم' کہہ دیا جاتا ہے لیکن شرعی اصطلاحی معنی مراد نہیں ہوتے بلکہ لغوی معنی یعنی بھولا، سادہ دل، سیدھا سادہ، چھوٹا بچہ، نا سمجھ بچہ، کم سن، والے معنی میں کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ فرہنگ آصفیہ میں معصوم کے درج ذیل معانی لکھے ہیں:

**معصوم:** (۱) گناہ سے بچا ہوا، بے تصور، پاکدامن۔ (۲) بھولا، سادہ دل، سیدھا سادہ۔ (۳) چھوٹا بچہ، کم سن بچہ، نا سمجھ بچہ۔ (فرہنگ آصفیہ، معش، ج: ۴، ص: ۷۳، اردو سائنس بورڈ آف مال، لاہور)

اس لیے اس معنی میں بچوں کو معصوم کہنے پر کوئی گرفت نہیں، اسے ناجائز بھی نہیں کہہ سکتے۔

بہار شریعت میں صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے اور یہ عصمت نبی اور ملک کا خاصہ ہے، کہ نبی اور فرشتہ کے سوا کوئی معصوم نہیں۔ اماموں کو انبیا کی طرح معصوم سمجھنا گمراہی و بد دینی ہے۔... بخلاف ائمہ و اکابر اولیا، کہ اللہ عزّ و جلّ انہیں محفوظ رکھتا ہے، اُن سے گناہ ہوتا نہیں، مگر ہو تو شرعاً محال بھی نہیں۔ (بہار شریعت، ج: اول، ج: ۱، ص: ۳۹، مکتبۃ المدینہ)

مجدد اعظم، اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں: اجماع اہل سنت ہے کہ بشر میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا کوئی معصوم نہیں، جو دوسرے کو معصوم ماننے اہلسنت سے خارج ہے، پھر عرف حادث میں بچوں کو بھی معصوم کہتے ہیں، یہ خارج از بحث ہے جیسے لڑکوں کے معلم تک کو خلیفہ کہتے ہیں۔ یہ بحث واجب الحفظ ہے کہ دھوکا نہ ہو۔ وباللہ التوفیق (فتاویٰ رضویہ، ج: ۱۴، ص: ۱۸۷، پور بندر گجرات)

ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں: عصمت، تو یہ انبیاء و ملائکہ کا خاصہ ہے۔ امام کا معصوم ہونا روافض کا مذہب ہے۔ (ایضاً ج: ۲۹، ص: ۳۸۰، گجرات)

ایک اور جگہ رقمطراز ہیں: عصمت، نوع بشر میں خاصہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہے، ان کے غیر سے اگرچہ کیسا ہی عظیم الدرجات ہو، وقوع گناہ ممکن و متصور۔ (ایضاً ج: ۳۰، ص: ۲۷۶، پور بندر گجرات)

اور جنات میں کوئی معصوم نہیں کیوں کہ سارے انبیاء بشر اور مرد تھے کوئی جن نبی نہ ہوا۔ (الجامع لاحکام القرآن، سورہ یوسف تحت الآیۃ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا، ج: ۱۱، ص: ۷۰، مؤسسۃ الرسالۃ)

## عصمت کا معنی لغوی و مفہوم شرعی

’عصمت‘ کا لغوی معنی ہے: گناہوں سے بچانا، روکنا، محفوظ رکھنا اور شرعی معنی ہے: گناہوں سے بچنے کا ملکہ۔ (النهاية، باب العین والصاد، ج: ۳، ص: ۲۳۹، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، لسان العرب، باب العین، المجلد الرابع، ص: ۲۹۷، دار المعارف)

(۱) علامہ میر سید شریف جرجانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: الْعَصْمَةُ: مَلَکَةُ اجْتِنَابِ الْمَعَاصِي مَعَ التَّمَكُّنِ مِنْهَا۔ ”گناہ پر قدرت کے باوجود گناہوں سے بچنے کے ملکہ کو عصمت کہتے ہیں۔“ (التعریفات للبحر جانی، باب العین، ص: ۱۹۵، دار الریان للتراث)

اور جان لیں کہ ملکہ اس کیفیت کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے انسان سے باسانی افعال سرزد ہوں اور وہ کیفیت ایسی پختہ ہو کہ اس کا زوال نہ ہو اگر وہ کیفیت کسی وقت حاصل ہو اور کسی وقت حاصل نہ ہو تو اس کو ملکہ نہیں بلکہ اس کو ’حال‘ کہتے ہیں۔ یعنی کیفیتِ راسخ، ملکہ اور غیر راسخ حال ہے یعنی عصمت، لازماً نبوت ہے جو نبی سے زائل نہیں ہوتی ہے۔ (کشف المحجوب باب الکلام فی اظہار جنس المعجزۃ علی ید من یدعی الالہیۃ ص: ۲۳۲، النور الرضویۃ، لاہور پاکستان) جس طرح نبوت، لازماً نبی ہے کہ نبی سے نبوت زائل نہیں ہوتی ہے۔ بہار شریعت میں ہے: جو شخص نبی سے نبوت کا زوال جائز جانے، کافر ہے۔ (بہار شریعت، حصہ اول، ص: ۳۷، مکتبۃ المدینہ)

علامہ سعد الدین تفتازانی علیہ الرحمہ نے غیر معصوم کی تعریف بیان کی ہے: غید المعصوم من ليس له ملكة العصمة۔ ”غیر معصوم وہ ہے جس کو عصمت کا ملکہ نہ ہو۔“ (شرح المقاصد، المبحث الثانی: الشروط التي تجب في الامام، ج: ۵، ص: ۲۵۱، دارالکتب العلمیہ بیروت، لبنان)

(۲) علامہ سعد الدین تفتازانی علیہ الرحمہ اپنی مشہور زمانہ کتاب شرح عقائد نسفی میں لکھتے ہیں: وحقیقة العصمة: ان لا يخلق الله تعالى في العبد الذنب مع بقاء قدرته واختياره۔ ”عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ گناہ پر بندے کی قدرت و اختیار کے باوجود اللہ تعالیٰ اس بندہ میں گناہ پیدا نہ کرے۔“ (شرح عقائد نسفی، ص: ۳۳۵۔ بحث لایشرط فی الامام أن يكون معصوماً، المدينة العلمیہ)

(۳) اسی شرح عقائد میں بقول بعض علماء عصمت کی تعریف اس طرح بھی منقول ہے: هی لطف من الله تعالى يحمله على فعل الخير ويزجره عن الشر مع بقاء الاختيار تحقيقاً لا ابتلاءً ولها قال الشيخ ابو منصور الماتريدي رحمه الله: العصمة لا تزيل المحنة... ”عصمت، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک لطف و کرم ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقدس بندہ (نبی) کو فعل خیر پر براہیجتنہ کرتا ہے اور اسے شر سے بچاتا ہے، باوجود اس کے کہ بندہ (نبی) کو گناہ پر اختیار ہوتا ہے، تا کہ بندے کا مکلف ہونا صحیح رہے۔ اس لیے شیخ ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: عصمت، مکلف ہونے کو زائل نہیں کرتی۔“ (المرجع السابق ص: ۳۳۵)

(۴) نبراس میں ہے: العصمة ملكة نفسانية يخلقها الله سبحانه في العبد فتكون سبباً عادياً لعدم الخلق الذنب فيه۔ ”عصمت وہ ملکہ نفسانیہ (پختہ قوت) ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندے (نبی) میں پیدا کرتا ہے جو اس میں گناہ پیدا نہ ہونے کا سبب عادی بن جاتا ہے۔“ (نبراس، تعریف العصمة، ص: ۵۳۲، مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ)

(۵) حضرت صدر الشریعہ مولانا مفتی، محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی شہرہ آفاق تصنیف بہار شریعت میں عصمت انبیاء کے مفہوم کو واضح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: عصمت انبیاء کے یہ معنی ہیں کہ اُن کے لیے حفظ الہی کا وعدہ ہولیا، جس کے سبب اُن سے صدور

گناہ شرعاً محال ہے۔ (بہار شریعت، ج: ۱، ح: ۱، عقائد متعلقہ نبوت، ص: ۳۸، مکتبۃ المدینہ)

یہ امر مسلم ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے گناہ پر قدرت و اختیار کو سلب نہیں کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ عصمت کی مذکورہ بالا تعریفات میں بیان ہوا کہ عصمت اس ملکہ کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے گناہوں سے بچا جاسکے، باوجود اس کے کہ قدرت حاصل ہو۔ یعنی قدرت و اختیار کے باوجود ان سے گناہ کا صدور ناممکن ہے۔ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی جانب سے ان پر بے پایاں فضل و کرم ہے اور یہی فضل الہی ان کو عصمت کے بلند مرتبے پر فائز کرتا ہے۔

اور یہ بھی جان لیں کہ انبیائے کرام کی عصمت، ملائکہ عظام کی عصمت سے بلند و فائق تر ہے۔ فرشتے گناہ سے معصوم ہوتے ہیں کیونکہ ان کو تو گناہ پر قدرت ہے ہی نہیں اور انبیائے کرام سے قدرت و اختیار کے باوجود گناہ کا صدور محال ہوتا ہے، اسی وجہ سے انبیائے کرام کی عصمت، ملائکہ عظام کی عصمت سے بلند و فائق تر ہے۔ (البر اس: ان المذموم ہو الظن الفاسد ص: ۵۴، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔ تفسیر الرازی، تحت قولہ تعالیٰ: فَاذْهَبَا الشَّيْطَانَ عَنْهَا، ج: ۳، ص: ۱۰، دار الفکر)

## عصمت انبیاء کے متعلق نظریات و مذاہب

امام رازی علیہ الرحمہ نے عصمت انبیاء کے متعلق حسب ذیل اقوال نقل کیے ہیں: لکھتے ہیں کہ عصمت انبیاء میں اختلاف کی چار قسمیں ہیں۔ پہلی قسم جس کا تعلق باب اعتقاد سے ہے۔ (۱) خوارج میں سے فضیلیہ (ازرقہ بحوالہ حدوث الفتن) نے انبیاء کے لیے گناہ کا صدور ممکن مانا اور ان کے نزدیک ہر گناہ کفر و شرک ہے۔ لازماً انھوں نے انبیائے کرام سے کفر کے وقوع کا قول کیا۔

(۲) شیعہ میں سے امامیہ نے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بطور تقیہ کفر کے صدور کو جائز مانا ہے۔

(دوسری اور تیسری قسم کے بیان کو اس باب سے متعلق نہ ہونے کی وجہ سے ترک کر دیا گیا)

چوتھی قسم جس کا تعلق افعال سے ہے۔ اس بارے میں پانچ اقوال ہیں:

(۱) حشویہ کا مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے عمدہ گناہ کبیرہ کا صدور جائز ہے۔

(۲) اکثر معتزلہ کا مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے عداً گناہ کبیرہ کا صدور جائز نہیں، اور عداً گناہ صغیرہ کا صدور جائز ہے، البتہ ان صغائر کا صدور جائز نہیں جن سے لوگ متفر ہوں۔

(۳) جبائی کا مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے عداً کبائر اور صغائر دونوں کا صدور جائز نہیں البتہ تاویلاً جائز ہے۔

(۴) انبیاء علیہم السلام سے بغیر سہو اور خطا کے کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا لیکن ان سے سہو اور خطا پر بھی مواخذہ ہوتا ہے۔

(۵) رافضیوں کا مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے کسی گناہ کا صدور نہیں ہوتا، صغیرہ نہ کبیرہ؛ سہواً نہ عداً، تاویلاً نہ خطاً۔ (تفسیر کبیر، تحت قولہ تعالیٰ: فَآزَلَهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا سورة البقرہ، آیت: ۳۶، ج: ۳، ص: ۷۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

## عصمت انبیاء کے متعلق علماء امت کا موقف

عصمت انبیاء سے متعلق پوری امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ انبیاء کرام و رسولان عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کفر و شرک اور جو چیز خلق کے لئے نفرت و بیزاری اور تنگ و عسار کی باعث ہو، جیسے کذب و خیانت و جہل و غیر ہا صفات ذمیمہ، نیز ایسے افعال جو وجاہت اور مروت کے خلاف ہیں ان سب سے (اعلان نبوت سے قبل و بعد) ہر حال میں معصوم و منزہ ہیں۔ گناہ کبیرہ اور صغائر ذیلہ سے بھی بالاجماع معصوم ہیں۔ (شرح مواقف، المرصد الاول، المقصد الخامس فی عصمتہ الانبیاء، ج: ۸، ص: ۲۸۸ تا ۲۹۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان۔ شرح عقائد، عصمتہ الانبیاء علیہم السلام، ص: ۳۰۷، ۳۰۸، مکتبۃ المدینہ۔ نیراس، ان المذموم ہو الظن الفاسد، ص: ۴۵۱ تا ۴۵۷، مکتبۃ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ)

صدر الشریعہ، مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں: اور حق یہ ہے کہ تعمد صغائر سے بھی قبل نبوت اور بعد نبوت معصوم ہیں۔ (بہار شریعت، ج: ۱، ص: ۳۹، مکتبۃ المدینہ۔ شرح عقائد، عصمتہ الانبیاء علیہم السلام، ص: ۳۰۷، مکتبۃ المدینہ)

مندرجہ ذیل ان تمام امور سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہر حال میں معصوم ہیں:

(۱) اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات و صفات سے نا آشنا ہونے سے معصوم ہیں۔ (المعتقد المعتقد وہا نا

اذکر ما سجد لہم علیہم السلام، ص: ۱۱۰، الجمع الاسلامی)

(۲) انبیاء کرام نے جن احکام کی تقریر و تبلیغ فرمائی، ان سے بے خبر اور نا آشنا ہونے سے معصوم ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام پر بندوں کے لیے جتنے بھی احکام نازل کیے گئے، انہوں نے وہ سب پہنچا دیے، جو یہ کہے کہ کسی حکم کو کسی نبی نے چھپا رکھا، تقیہ یعنی خوف کی وجہ سے یا اور کسی وجہ سے نہ پہنچایا، کافر ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی تحت لہذہ الآیۃ: یَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ الآیۃ ج: ۸، ص: ۸۹، ۹۰، مؤسسة الرسالۃ، بیروت، لبنان۔ المعتمد الممتنع، منہ التبلیغ ص: ۱۱۳، ۱۱۴، الجمع الاسلامی، مبارکپور)

انبیاء کرام سے احکام تبلیغیہ میں سہو و نسیان محال ہے۔ (المنہاج شرح صحیح المسلم، کتاب الایمان، ما جاء فی عصمتہ الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، ج: ۳، ص: ۵۳، الطبقة المصریہ بالازہر)

(۳) جھوٹ اور وعدہ خلافی سے معصوم ہیں۔ (المعتمد الممتنع، ص: ۱۱۰)

(۴) کبیرہ گناہوں سے معصوم ہیں۔ (المرجع السابق)

(۵) تمام قبائح اور باعث ننگ و عار صغائر سے بھی معصوم ہیں۔ (المرجع السابق)

(۶) اور وہ صغائر جو خلق کے لئے نفرت اور ننگ و عار کے باعث نہیں ہیں۔ ایک طبقہ کارہ جہان یہ ہے کہ ممکن ہے، لیکن محققین کی جماعت اس سے بھی عصمت کو ضروری مانتے ہیں۔ اور یہی حق ہے کہ اس سے بھی عصمت ضروری ہے۔ کیونکہ ممکن ماننے والوں نے بعض انبیاء کرام سے ان کے مراتب عالیہ کے لحاظ سے جو لغزش ہوئی، اسی کو گناہ صغیرہ و مترادف کر محققین سے اختلاف رائے کیا، حالانکہ وہ حقیقت میں گناہ نہیں۔ (الشفاء، فصل و اماما یعلق بالجوارح من الاعمال ج: ۲، ص: ۱۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان)

ماحصل یہ کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہر معصیت کی آلودگی سے پاک و منزہ اور معصوم ہیں۔ ان سے سہو و نسیان ممکن ہے لیکن یہ معصیت کے زمرے میں داخل نہیں۔

اور انبیاء کرام سہو و نسیان پر علی الدوام برقرار نہیں رہتے بلکہ خدائے قدوس کی جانب سے تنبیہ حاصل ہو جاتا ہے۔ (شرح المواقف، المقصد الخامس فی عصمتہ الانبیاء ج: ۸، ص: ۲۹،

دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان۔ شرح عقائد، عصمتہ الانبیاء علیہم السلام، ص: ۸۰، ۸۱، مکتبۃ المدینہ)

## مسئلہ عصمت میں محققین جمہور اہل سنت کے اقوال

(۱) انہیں محققین میں سراج الامہ، کاشف الغمہ، امام اعظم، ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ والرضوان بھی ہیں۔ آپ نے عقائد کی مبارک و متبرک کتاب 'الفقہ الاکبر' میں صراحت فرمائی ہے، لکھتے ہیں: **الانبياء عليهم السلام كلهم منزهون عن الصغائر والكبائر والكفر والقبائح۔** ”تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سارے چھوٹے، بڑے گناہ اور کفر و شرک اور تمام قبیح امور سے پاک ہیں۔“ (شرح فقہ الاکبر، القول فی عصمة الانبياء، ص: ۹۸، المکتبۃ المدینہ)

(۲) حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: **هذه العصمة ثابتة للانبياء قبل النبوة وبعدها على الاصح۔** ”اور صحیح مذہب کی بناء پر حضرات انبیاء کرام کے لیے یہ عصمت قبل نبوت اور بعد نبوت دونوں حالتوں کے لئے ثابت ہے۔“ (مخ الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر، القول فی عصمة الانبياء، ص: ۹۹، المکتبۃ المدینہ)

محققین کے نزدیک انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ عداً و سہواً ہر صغیرہ و کبیرہ سے پاک — ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الدعوات، باب جامع الدعاء، الفصل الاول، ج: ۵، ص: ۳۹۰، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

(۳) امام تاج الدین سبکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: **الانبياء عليهم الصلاة والسلام معصومون لا يصدر عنهم ذنب ولو صغيرة سهواً۔** ”حضرات انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں۔ ان سے گناہ کا صدور نہیں ہوتا ہے اگرچہ وہ بطور سہو صغیرہ ہی کیوں نہ ہو۔“ (جمع الجوامع فی اصول الفقہ، الکتاب الثانی فی السنتہ ص: ۶۱، دارالکتب العلمیہ بیروت، لبنان)

(۴) امام رازی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: **والمختار عندنا انه لم يصدر عنهم الذنب حال النبوة البتة لا الكبيرة ولا الصغيرة۔** ”ہمارے نزدیک مختاریہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے زمانہ نبوت میں یقیناً طور پر کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا، نہ کبیرہ نہ صغیرہ۔“ (تفسیر کبیر، سورۃ البقرہ آیت: ۳۲، ج: ۳، ص: ۸، دارالکتب العلمیہ بیروت، لبنان)

(۵) میر سید شریف جرجانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: والمختار عندنا وهو أن الانبياء في زمان نبوتهم معصومون عن الكبائر مطلقاً وعن الصغائر عمداً ” ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنے زمانہ نبوت میں مطلقاً گناہ کبیرہ اور عمداً گناہ صغیرہ سے معصوم ہوتے ہیں۔“ (شرح المواقف، المرصد الاول، المقصد الخامس فی عصمة الانبياء ج: ۸، ص: ۲۹۰، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان)

(۶) علامہ قاضی عیاض علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: وتنزيهه عنه قبل النبوة قطعاً وتنزيهه عن الكبائر اجماعاً وعن الصغائر تحقيقاً ”حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اعلان نبوت سے پہلے بھی قطعاً پاک ہیں اور آپ کبار سے اجماعاً اور صغائر سے تحقیقاً پاک ہیں۔“ (الشفاء، فصل ما هو الحق من عصمة صلوات اللہ علیہم ج: ۲، ص: ۱۷۳، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان)

(۷) مولانا احمد شہاب الدین خفاجی مصری شرح شفا میں رقمطراز ہیں: ولما كان الله لم يرسل الى خلقه الا من هو اقل اهل زمانه واقواهم فطرة واحسنهم خلقاً وخلقاً كانوا معصومين قبل النبوة وبعدها ولم يقع ذلك منهم اصلاً ”اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی طرف ان ہستیوں کو رسول بنایا جو اپنے وقت کے تمام لوگوں سے زیادہ عقلمند اور فطرتاً سب سے زیادہ طاقتور اور سیرت و صورت میں سب سے زیادہ بہتر ہوتے ہیں اور وہ قبل از نبوت اور بعد از نبوت معصوم ہوتے ہیں۔ ان سے گناہ کبھی صادر نہیں ہوتا۔“ (نسيم الرياض، فصل وقد اختلف في عصمتهم من المعاصي قبل النبوة ج: ۵، ص: ۳۵۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان)

(۸) علامہ جمال الدین اسنوسی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: والحق في هذا ما قاله صاحب جمع الجوامع والجلال عليه من ان الانبياء عليهم الصلوة والسلام معصومون لا يصدر عنهم ذنب اصلاً لا كبيراً ولا صغيراً لا عمداً ولا سهواً وفاقلاً لا ستاذ ابى اسحاق الاسفرايني وابى الفتح الشهرستاني والقاضى عياض والشيخ الامام والد صاحب جمع الجوامع لكرامتهم على الله تعالى عن ان يصدر منهم ذنب والمراد كما قال العطار انه لا يصدر منهم ذنب ولو قبل النبوة وتسميته حينئذ ذنباً مجازاً إذ لا حكم قبل الشرع۔ ”اس مسئلہ میں حق وہ ہے جس کو صاحب جمع



الجوامع اور علامہ جلال نے بیان کیا کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں اور ان سے اصلاً کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا نہ کبیرہ نہ صغیرہ، نہ عمدہ نہ سہو، استاذ ابواسحاق اسفرائینی، ابوالفتح شہرستانی، قاضی عیاض مالکی اور صاحب جمع الجوامع کے والد کا یہی مختار ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک انبیاء کی ایسی کرامت ہے کہ ان سے کوئی گناہ نہیں ہوتا، عطار نے کہا کہ انبیاء علیہم السلام سے اعلان نبوت سے پہلے بھی کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا۔ اور اعلان نبوت سے پہلے کسی کام کو گناہ کہنا بھی محبار ہے، کیونکہ ورود شرع سے پہلے کوئی حکم نہیں ہوتا۔ (نہایہ السؤل فی شرح منہاج الاصول، کتاب السنۃ، الباب الاول فی افعاله، ج: ۳، ص: ۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان)

(۹) قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی علیہ الرحمہ کی جس عبارت کا حوالہ دیا، وہ یہ ہے: **وَالصَّحِيحُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَنْزِيهِهِمْ مِنْ كُلِّ عَيْبٍ وَعَصْمَتُهُمْ مِنْ كُلِّ مَا يُوْجِبُ الرِّيبَ۔** ”ان شاء اللہ صحیح مسئلہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام ہر عیب سے منزہ ہیں اور ہر اس چیز سے معصوم ہیں جس سے گناہ کا شک پیدا ہو۔“ (الشفاء، فی عصمة الانبياء قبل النبوة، ج: ۲، ص: ۱۴۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان)

(۱۰) امام عبد اللہ قرطبی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: **وقال جمهور من الفقهاء من أصحاب مالك وأبي حنيفة والشافعي: انهم معصومون من الصفات كلها كعصمتهم من الكبائر أجمعها، لأننا أمرنا باتباعهم في أفعالهم وآثارهم وسيرهم أمراً مطلقاً من غير التزام قرينة، فلو جوزنا عليهم الصفات لم يمكن الاقتداء بهم، اذ ليس كل فعل من أفعالهم يتميز مقصده من القرينة والإباحة أو الحظر أو المعصية، ولا يصح أن يؤمر المرء بامتنال أمر لعله معصية۔** ”امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، اُن کے اصحاب اور جمہور فقہاء اور محدثین کا یہ مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام جس طرح کبار سے معصوم ہوتے ہیں اسی طرح صغائر سے بھی معصوم ہوتے ہیں، کیونکہ ہم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان کے افعال، ان کے آثار اور ان کی سیرتوں کی اتباع کریں اور یہ حکم مطلق دیا گیا ہے اس میں کوئی استثناء نہیں ہے اگر ہم انبیاء علیہم السلام سے صغائر کے وقوع کو جائز قرار دیں تو ان کی اقتداء کرنا ممکن نہیں ہوگی، کیونکہ ان کے افعال میں سے ہر فعل اس سے علیحدہ نہیں ہے کہ وہ عبادت

ہے یا اباحت، یا ممنوع ہے یا معصیت اور نہ کسی شخص کو یہ حکم دینا صحیح ہوگا کہ وہ ان کے کسی حکم پر عمل کرے کیونکہ ہو سکتا ہے ان کا وہ حکم معصیت ہو۔“ (الجامع لاحکام القرآن، تحت سورة البقرة، آیت: ۳۵، الجزء الاول، ص: ۴۵۹، مؤسسة الرسالة، بیروت، لبنان)

(۱۱) علامہ سعد الدین تفتازانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: **والمذهب عندنا منع الكبائر بعد البعثة مطلقاً والصغائر عمداً لا سهواً لكن لا يصرون ولا يقرون بل ينهون فينتبهون۔** ”ہمارا مذہب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اعلان نبوت کے بعد گناہ کبیرہ مطلقاً نہیں کرتے، اور صغائر عمداً نہیں کرتے، البتہ ان سے سہواً صغیرہ کا صدور ہو جاتا ہے لیکن وہ اس پر اصرار نہیں کرتے اور نہ وہ اس پر برقرار رکھے جاتے ہیں بلکہ ان کو تنبیہ کی جاتی ہے اور وہ متنبہ ہو جاتے ہیں۔“ (شرح المقاصد، المبحث السادس، ج: ۵، ص: ۵۱، دارالکتب العلمیہ بیروت، لبنان)

(۱۲) علامہ عبدالعزیز پرہاروی حنفی علیہ الرحمۃ والرضوان لکھتے ہیں: **المذكور في كلام الشارح هو مذهب عامه المتكلمين وخالفهم جمهور جمع من العلماء فذهبوا الى العصمة عن الصغائر والكبائر قبل الوحي وبعده وهو مختار ابي المنتهي شارح الفقه الاكبر والشيخ عبد الحق المحدث الدهلوی... (الى قوله) فان قلت فهذه العصمة مذهب الشيعة قلت اولاً لا باس في الاتفاق الاتفاقي اذ مقصود المشائخ اتباع الحق لا وفاق الشيعة وثانياً ان بين الفريقين بعد المشرقين لان الشيعة على تجويز الكفر تقية۔** ”شرح عقائد میں جو یہ لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے اعلان نبوت سے پہلے کبیرہ اور اعلان نبوت کے بعد صغیرہ کا صدور جائز ہے، یہ عام متکلمین کا مذہب ہے، اور جمہور علماء کی ایک جماعت نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ اعلان نبوت سے پہلے اور بعد صغیرہ اور کبیرہ سے معصوم ہوتے ہیں۔ ابو المنتہی شارح فقہ اکبر اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا بھی یہی مختار ہے۔ اگر تم یہ کہو کہ عصمت میں یہ مذہب شیعہ کا ہے، تو میں اولاً یہ کہوں گا کہ اتفاقاً کسی مسئلہ میں شیعہ سے موافقت ہو جائے تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ مشائخ کا مقصود حق کی اتباع کرنا ہے، نہ کہ شیعہ کی موافقت کرنا اور ثانیاً یہ کہ ہمارے اور شیعہ کے مذہب میں بہت فرق ہے، کیونکہ وہ عصمت کے باوجود انبیاء علیہم السلام سے تقیۃ کفر کے صدور کے قائل ہیں۔“ (نبراس، ان المذموم ہوا لظن

الفساد، ص: ۵۴، مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ)

## عصمت انبیاء علیہم السلام پر دلائل

اب عصمت انبیاء علیہم السلام کے دلائل کی طرف آتے ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

ہر چہ بگند نمکش میزنند  
دای از آل روز کہ بگند نمک

ہر خراب ہونے والی چیز کو نمک لگایا جاتا ہے۔ افسوس اس دن پر جب نمک خراب ہو جائے۔ یعنی جس چیز کے ذریعہ خراب چیزوں کا علاج کیا جاتا ہے اگر وہی چیز خراب ہو جائے تو پھر کیا کیا جاسکتا ہے؟ قارئین کرام! انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد نوع انسانی کی ہدایت و رہنمائی ہے۔ اگر انبیاء کرام علیہم السلام خود راہ ہدایت سے ہٹ جائیں اور ان کا دامن گناہوں سے آلود ہو جائے تو پھر نوع انسانی کی ہدایت کون کرے گا؟ یہ عام فہم مثال ظاہر کرتی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا دامن ہر قسم کی خطاؤں، لغزشوں اور آلودگیوں سے پاک ہونا چاہیے۔

انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے پر حسب ذیل دلائل ہیں۔

(۱) گناہ اپنے نفس پر ظلم ہے اور ظالم اللہ کے عہد کو نہیں پاسکتا۔ قرآن مجید میں ہے: قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ (سورة البقرة، آیت: ۱۲۴)

اللہ نے فرمایا میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔ (کنز الایمان)

نبوت سب سے بڑا عہد ہے جو کسی ظالم کو نہیں مل سکتا۔ انبیاء کرام علیہم السلام نے جب عہد نبوت کو پالیا تو ثابت ہو گیا کہ وہ گناہوں سے معصوم ہیں۔

(۲) حضرت نوح علیہ السلام پر جب ان کی قوم نے گمراہی کا الزام عائد کیا تو انہوں نے جو جواب دیا۔ قرآن مجید نے اسے ان الفاظ میں بیان کیا ہے: قَالَ يَقَوْمِ لَيْسَ بِي ضَلَالَةٌ وَ لَكِنِّي رَسُولٌ مِّنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ (سورة الاعراف، آیت: ۶۱)

کہا! اے میری قوم! مجھ میں گمراہی کچھ نہیں، میں تو رب العالمین کا رسول ہوں۔  
(کنز الایمان)

اس سے معلوم ہوا کہ نبوت اور گمراہی جمع نہیں ہو سکتیں کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام نے گمراہی کے الزام کی تردید کی اور دلیل یہ پیش کی کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ ثابت ہوا کہ اللہ کے رسول گمراہ نہیں ہوتے ہیں اور رسالت و عصمت لازم و ملزوم ہیں۔

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: جب دنیاوی بادشاہ نااہل، نا سمجھ کو اپنا وزیر یا حاکم نہیں بناتے تو کیسے ہو سکتا ہے کہ رب العالمین کم عقل یا گمراہ یا کم علم کو نبوت جیسا عہدہ عطا فرمادے۔ اس میں رب کی توہین ہے کہ اس کا انتخاب غلط ہو۔ (تفسیر نور العرفان، ص: ۲۵۱، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، کراچی)

مقالات کاظمی حصہ سوم میں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی بات کو بڑے دلنشین پیرائے میں بیان کیا ہے، آئیے مستفید ہوتے ہیں۔

کم از کم اتنی بات تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جس کام کے کرنے کی صلاحیت کسی میں نہ ہو وہ کام اس کو سپرد نہیں کیا جاتا۔ ایک ظالم کو کرسی عدالت پر بٹھانا، ان پڑھ آدمی کو علم و حکمت کی موشگافیوں کا کام سونپنا، کسی بدکار فاسق و فاجر کو عقیقات کی عزت و ناموس کی حفاظت کے لیے متعین کرنا، بیمار و ناتواں کے سر پر بھاری بوجھ رکھ دینا، گم کردہ راہ سے ہدایت طلب کرنا کسی عاقل کا کام نہیں۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان امور کی صلاحیتوں کے بغیر ہی اللہ تعالیٰ ان کی انجام دہی کا منصب انبیاء علیہم السلام کو سونپ دے؟ جب یہ ممکن نہیں تو ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت کے ساتھ وہ تمام قوتیں اور صلاحیتیں بھی انبیاء علیہم السلام کو عطا فرمائی ہیں جن کا ہونا ان کے لیے ضروری تھا اور یہی عصمت کا مفہوم ہے جس کے بغیر نبوت ایسی ہے جیسے بینائی کے بغیر آنکھ اور روشنی کے بغیر سورج۔ (مقالات کاظمی، حصہ سوم، از: www.kazmi.com)

(۳) حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا۔ ”وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَمْلِكُمْ إِلَىٰ مَا أَتْلُوهُ عَنْهُ“ (سورہ ہود، آیت: ۸۸)

میں اس کا ارادہ بھی نہیں کرتا کہ جس بات سے تمہیں منع کرتا ہوں آپ اس کا خلاف

کرنے لگوں۔ (کنز الایمان)

انبیاء علیہم السلام اپنی قوم کو ہمیشہ گناہوں اور برائیوں سے روکتے ہیں اور شعیب علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ میں تمہیں گناہوں سے روکتا ہوں تو خود گناہ کیسے کر سکتا ہوں بلکہ میں تو اس کا ارادہ بھی نہیں کرتا۔

اس آیت کے ذیل میں مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام گناہ کا ارادہ بھی نہیں کرتے کیونکہ گناہ کرنا یا نفس امارہ کا کام ہے یا شیطان کا۔ انبیاء کرام کا نفس امارہ نہیں ہوتا۔ رب فرماتا ہے: إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي ”اور (ربا شیطان، تو) شیطان ان پر مسلط نہیں۔“ رب فرماتا ہے: إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَنٌ۔

اس آیت وَمَا أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَىٰ مَا أَنْهَكُمُ عَنْهُ میں بتایا گیا، میں ممنوع کام کرنا تو کیا معنی؟ اس کا ارادہ بھی نہیں کرتا۔ جب انبیاء کرام ارادہ گناہ سے محفوظ ہیں تو گناہ کیا معنی؟ جو انہیں گناہ گار مانے وہ شیطان سے بدتر ہے، کیونکہ شیطان نے کہا تھا کہ میں خاص بندوں پر غلبہ نہ پاسکوں گا اور یہ بد نصیب اسے گنہگار یا گمراہ مانتا ہے۔ (تفسیر نور العرفان، ص: ۳۶۸، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور کراچی)

(۴)۔ انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے مخلص (چنے ہوئے، پسندیدہ) بندے ہیں کیونکہ حضرت ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَادْكُرْ عَبْدَنَا اِبْرٰهِيْمَ وَاسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولٰٓئِیْنَ وَالْاَبْصَارِ اِنَّا اَخْلَصْنٰهُمْ (سورہ ص، آیت: ۴۵، ۴۶)

اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب قدرت اور علم والوں کو۔ بے شک ہم نے انہیں امتیاز بخشا یعنی مخلص کر دیا۔ (کنز الایمان)

اور حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہوا: اِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۷﴾

(سورہ یوسف)

بیشک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں ہے۔ (کنز الایمان)

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہوا: **وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ مُوسَىٰ إِنَّهُ كَانَ مُخْلَصًا وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا** ﴿۵۱﴾ (سورۃ: مریم)

اور کتاب میں موسیٰ کو یاد کرو بیشک وہ چنا ہوا تھا اور رسول تھا غیب کی خبریں بتانے والا۔  
(کنز الایمان)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، کہ مخلصین کو شیطان گمراہ نہیں کر سکتا: **قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَا أُغْوِيَهُمْ أَجْمَعِينَ** ﴿۵۲﴾ **إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمْ الْمُخْلَصِينَ** ﴿۵۳﴾ (سورۃ: ص)

بولا تو تیری عزت کی قسم ضرور میں ان سب کو گمراہ کر دوں گا۔ مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں۔ (کنز الایمان)

کیونکہ مخلصین ان لوگوں کو کہا جاتا ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت کے لیے خاص کر لیتا ہے اور انہیں ہر اس چیز سے محفوظ کر دیتا ہے جو اطاعت خداوندی کے خلاف ہے۔

(۵) انبیاء علیہم السلام کے بارے میں ارشاد باری ہے: **إِنَّهُمْ كَانُوا يُنْذِرُ عُنْ فِي الْخِزْرِ** (سورۃ الانبیاء، آیت: ۹۰)

بیشک وہ بھلے کاموں میں جلدی کرتے تھے۔ (کنز الایمان)

الخیرات جمع معرف باللام ہے جو عموم کے لیے ہے لہذا فعل اور ترک دونوں سے متعلق نیکیوں کو شامل ہوگی۔ فعل سے مراد وہ نیکیاں ہیں جو عمل اور قول سے حاصل ہوتی ہیں۔ جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ اور ترک سے وہ نیکیاں مراد ہیں۔ جو کسی کام کو نہ کرنے سے حاصل ہوتی ہیں۔ جیسے جھوٹ، چغلی، غیبت اور چوری وغیرہ نہ کرنا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح عبادات فعلیہ کا عمل میں لانا نیکی ہے اسی طرح گناہوں کے کاموں کا نہ کرنا بھی نیکی ہے اور ”الخیرات“ کا لفظ سب کو شامل ہے۔ معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام گناہ نہ کرنے میں بھی مسارعت کی صفت سے متصف ہیں۔

(۶) اگر (معاذ اللہ) انبیاء علیہم السلام سے گناہوں کا صدور ہوتا تو وہ مستحق عذاب ہوتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا أَبَدًا** ﴿۲۳﴾ (سورۃ الجن)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے تو بے شک ان کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں۔ (کنز الایمان)

اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام جہنم سے محفوظ اور مامون ہیں اور ان کا مقام جنت خلد ہے۔

(۷) اگر انبیاء علیہم السلام سے (العیاذ باللہ) گناہ صادر ہو تو ان کی اتباع حرام ہوگی، کیونکہ اس صورت میں وہ گناہ بھی کرنا پڑے گا جو نبی نے کیا۔ ورنہ ان کی اتباع نہ ہو سکے گی۔ اور گناہ حرام ہونے کی وجہ سے نبی کی اتباع بھی حرام ہوگی، نبی کی اتباع کا حرام ہونا قطعاً باطل ہے لہذا نبی سے گناہ کا صادر ہونا بھی باطل ہوگا۔ نبی کی اتباع کے وجوب پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۳۱﴾ (سورۃ آل عمران)

اے محبوب! تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ، اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ (کنز الایمان)

(۸) جس سے گناہ صادر ہوں ان کی شہادت کو بلا تحقیق قبول کرنا جائز نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا (سورۃ الحجرات، آیت: ۶)

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو۔ (کنز الایمان)

اور امت کا اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی شہادت کو بلا تحقیق قبول کرنا واجب ہے۔

(۹) امر بالمعروف ونہی عن المنکر واجب ہے یا مستحب۔ اگر نبی سے گناہ صادر ہو تو ان کو (العیاذ باللہ) ملامت و زجر (روک، ٹوک، تنبیہ) کرنا جائز ہوگا جو ایذا ہے اور انبیاء علیہم السلام کو ایذا پہنچانا حرام ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا ﴿۷۸﴾ (سورۃ الاحزاب)

بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (کنز الایمان)

(۱۰) بزرگی اور کرامت میں جس قدر زیادہ مرتبہ بلند ہو گناہ کرنے پر اسی قدر زیادہ عذاب کا استحقاق ہوتا ہے۔ قرآن حکیم کے اندر ازواجِ مطہرات کے متعلق ارشاد فرمایا گیا: **يُنْسَاءُ النَّبِيُّ مِنْ يَأْتِ مِنْكَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيَّنَةٍ يُضَعَفُ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ** (سورۃ الاحزاب، آیت: ۳۰)

اے نبی کی بیبیو جو تم میں صریح حیا کے خلاف کوئی جرأت کرے اس پر اوروں سے دونا عذاب ہوگا۔ (کنز الایمان)

یہ دو ناعذاب کیوں ہے؟ علامہ ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: چونکہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر سایہ اور زیر تربیت رہتی ہیں، ان کے سامنے وحی اترتی اور احکام نازل ہوتے ہیں اور ان کا رتبہ اور مقام عام عورتوں سے بلند ہے، اس لیے ان پر گرفت بھی بہت سخت ہے اور اگر بالفرض وہ کوئی کبیرہ گناہ کر لیں تو جس طرح نیک اعمال پر انہیں دگنا اجر دیا جاتا ہے اسی طرح گناہ پر دگنا عذاب بھی ہوگا۔ (المحرر الحیط، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۳۰، ج: ۹، ص: ۷۳، دار الفکر بیروت، لبنان)

انبیائے کرام کا مرتبہ تو بہت بلند ہے۔ بالفرض اگر ان سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو ان کی سزا کئی گنا ہونی چاہیے اور ظاہر ہے کہ عذاب و سزا سے انبیاء کرام مبرا ہیں اس لیے ان سے گناہوں کا تصور بھی محال ہوا۔

(۱۱) اگر انبیاء علیہم السلام سے گناہ (صغیرہ) واقع ہوں تو وہ مطلقاً معصوم نہیں رہیں گے اور ان کا اپنی امت کو گناہ (صغیرہ) سے روکنا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ** (سورۃ: الصف)

کتنی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔ (کنز الایمان)

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: **أَتَاكُمُورُنَ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَعْقِلُونَ** (سورۃ البقرۃ)

کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں۔ (کنز الایمان)



جو دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں، برائی کے مرتکب ہوتے ہیں یہ لوگ اللہ کے نزدیک مذموم ہیں اب اگر انبیاء کرام بھی گناہ کے مرتکب ہوں تو انبیاء کرام کا بھی مذموم ہونا لازم آئے گا اور یہ بالاجماع باطل ہے تو ان برگزیدہ حضرات سے گناہوں کا صدور ناممکن ہوا۔

(۱۲) ارشاد ربانی ہے: وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ (سورة النساء، آیت: ۶۴) اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔ (کنز الایمان)

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو مطاع بنا کر بھیجا گیا ہے، یعنی ان کی ذات اس لائق ہے کہ ان کی اطاعت کی جائے۔ شریعت نے انبیاء کرام علیہم السلام کی اطاعت کے لیے کسی وقت کا تعین نہیں کیا، نہ ہی کوئی شرط عائد کی کہ فلاں فلاں اوقات میں انبیاء کی اطاعت کی جائے اور فلاں وقت پر وہ قابل اطاعت نہیں رہتے، بلکہ قرآن وحدیث کا مطالعہ ہمیں اس نتیجے پر پہنچاتا ہے کہ نبی ہر وقت مطاع ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر نبی سے گناہوں، خطاؤں اور لغزشوں کا صدور درست تسلیم کیا جائے تو گناہ و خطا کی اطاعت بھی لازم آئے گی جس سے سارے کا سارا نظام ہدایت چوہنٹ ہو کر رہ جائے گا۔ انبیاء کرام علیہم السلام کا مطاع ہونا ہی ان کی عصمت کی دلیل ہے۔

اطاعت انبیاء علیہم السلام کے برعکس اگر اطاعت والدین کے مسئلہ کو سامنے رکھیں تو عصمت انبیاء علیہم السلام کا مسئلہ مزید نکھر کر سامنے آتا ہے، ارشاد ربانی ہے: وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا (سورة النعمان، آیت: ۱۵) اور اگر وہ دونوں (والدین) تجھ سے کوشش کریں کہ میرا شریک ٹھہرائے ایسی چیز کو جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مان۔ (کنز الایمان)

شریعت نے والدین کی اطاعت کو مشروط کر کے اور اطاعت انبیاء علیہم السلام کو غیر مشروط رکھ کر مسئلہ واضح کر دیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا دامن ہر طرح کی آلودگیوں سے پاک ہے۔ (اکثر دلائل تفسیر کبیر، شرح المقاصد، شرح المواقف، الشفا للقاضی عیاض، نسیم الریاض، نبراس سے اخذ کیے گئے ہیں۔)

# عصمت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر

## اعتراضات کا مختصر جواب

(۱) علامہ غلام رسول سعیدی علیہ الرحمہ نے شرح صحیح مسلم جلد سابع میں انبیاء کرام علیہم السلام کی عصمت پر اعتراضات کا اجمالی اور مختصر جواب پیش کیا ہے، جو بدیہ قارئین ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر جو اعتراضات کیے جاتے ہیں ان کا اجمالی جواب یہ ہے کہ کچھ روایات میں انبیاء علیہم السلام کی طرف بعض ایسے واقعات منسوب ہیں جو عصمت کے خلاف ہیں، یہ تمام واقعات اخبار آحاد سے مروی ہیں اور یہ روایات ضعیف اور ساقط الاعتبار ہیں، اور قرآن مجید کی بعض آیات میں جو انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف عصیان، غوایت اور ذنب کی نسبت ہے، وہ سہو، نسیان، ترک اولیٰ یا اجتہادی خطا پر محمول ہے اور انبیاء علیہم السلام کا توبہ اور استغفار کرنا ان کی کمال تواضع، انکسار (تعلیم امت) اور امثال امر ہے۔ (شرح صحیح مسلم، کتاب القدر، ج: ۷، ص: ۲۹۷، پور بندر، گجرات)

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے نزدیک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مغفرت ذنب کی نسبت کی توجیہات

ایک ہندو شخص رامانجنکھم نے قرآن مجید کی تین آیتوں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گناہ گار ثابت کیا، وہ تینوں آیتیں یہ ہیں:

وَاسْتَغْفِرْ لِدُنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ (سورہ محمد، آیت: ۱۹)

اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔ (کنز الایمان)

وَاسْتَغْفِرْ لِدُنْبِكَ (سورہ المؤمن، آیت: ۵۵)

اور اپنوں کے گناہوں کی معافی چاہو۔ (کنز الایمان)

لِيُغْفَرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ (سورة الفتح، آیت: ۲)

تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔ (کنز الایمان)

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے پاس یہ سوال بھیجا گیا تو آپ نے اس کے پندرہ جواب دیے، ہم ان میں سے بارہ جوابات کی تسہیل اور نتیجہ کر کے حاصل پیش کر رہے ہیں اور پہلا، دوسرا اور تیسرا جواب یہاں ذکر نہیں کر رہے ہیں کیوں کہ یہاں اس کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔

**چوتھا جواب:** خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں مجازاً شکر کی ادائیگی میں کمی کو ذنب فرمایا ہے اور یقیناً یہ گناہ نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں غیر متناہی ہیں اور متناہی وقت میں غیر مستناہی نعمتوں پر شکر ادا کرنا ممکن ہی نہیں ہے، غیر متناہی نعمتیں اس طور پر کہ ہر وقت، ہر لمحہ، ہر آن میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی نعمتیں اترتی رہتی ہیں، خاص طور سے خاصوں کے سردار پر اور بشر ہونے کی وجہ سے کھانے، پینے اور سونے کی ضرورت پیش آتی ہے اگرچہ خاص لوگوں کے یہ فعل بھی عبادت ہیں مگر اصل عبادت سے تو ایک درجہ کم ہیں، تو اس کمی کو تقصیر اور تقصیر کو ذنب سے تعبیر فرمایا گیا۔

**پانچواں جواب:** خلاصہ یہ ہے کہ سورۃ الفتح میں مَا تَقَدَّمَ کو گناہ فرمایا گیا حالانکہ نزول وحی سے پہلے آپ نے جو کام کیے وہ گناہ ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ گناہ، مخالفت فرمان کو کہتے ہیں اور مخالفت فرمان، نزول وحی سے پتہ چلتا ہے، جب وحی نازل نہیں ہوئی تو گناہ بھی نہیں۔ لہذا اس پر گناہ کا اطلاق مجازی ہے۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے انداز بیان سے ملاحظہ ہونے کے لیے بعینہ عبارت پیش ہے: بلکہ خود نفس عبارت گواہ ہے کہ یہ جسے ذنب فرمایا گیا ہرگز حقیقتہً ذنب بمعنی گناہ نہیں۔

مَا تَقَدَّمَ سے کیا مراد لیا، وحی اترنے سے پیشتر کے، اور گناہ کسے کہتے ہیں، مخالفت فرمان کو، اور فرمان کا ہے سے معلوم ہوگا، وحی سے۔ تو جب تک وحی نہ اتری تھی فرمان کہاں تھا جب فرمان نہ تھا مخالفت فرمان کے کیا معنی، اور جب مخالفت فرمان نہیں تو گناہ کیا۔؟

**چھٹواں جواب:** خلاصہ یہ ہے کہ سورۃ الفتح میں مَا تَأَخَّرَ کو بھی گناہ فرمایا، حالانکہ جن کاموں کے کرنے کے بعد ان کی ممانعت نازل ہوئی وہ کیسے گناہ ہو سکتے ہیں؟ لہذا مَا تَأَخَّرَ پر بھی گناہ کا اطلاق مجازاً ہے، مَا تَأَخَّرَ کی وضاحت میں یوں رقمطراز ہیں: جس طرح مَا تَقَدَّمَ میں ثابت ہوا کہ حقیقتہً ذنب نہیں۔ یوں ہی مَا تَأَخَّرَ میں نقد و وقت ہے قبل ابتداء نزول فرمان جو افعال جائزہ ہوئے کہ بعد کو فرمان ان کے منع پر اتر اور انہیں یوں تعبیر فرمایا گیا حالانکہ ان کا حقیقتہً گناہ ہونا کوئی معنی ہی نہ رکھتا تھا۔ یونہی بعد نزول وحی و ظہور رسالت بھی جو افعال جائزہ فرمائے اور بعد کو ان کی ممانعت اُتری اسی طریقے سے ان کو مَا تَأَخَّرَ فرمایا کہ وحی بتدریج نازل ہوئی نہ کہ دفعۃً۔

**ساتواں جواب:** ہندوؤں کی وید کی عبارات پر مشتمل الزامی جواب ہے، اس کو ہم نے ترک کر دیا، لیکن اس جواب میں اعلیٰ حضرت کی یہ عبارت قابل ذکر ہے کہ ”نہ ہر تفسیر معتبر، نہ ہر مفسر مصیب، مشرک کا ظلم ہے کہ نام لے آیات کا اور دامن پکڑے نامعتبر تفسیرات کا۔۔۔ اھ“

**آٹھواں جواب:** خلاصہ یہ ہے کہ سورۃ المؤمن / ۵۵ اور سورۃ: محمد / ۱۹ سے قطعی طور پر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس میں بالخصوص سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے، بلکہ دونوں سورہ کریمہ میں کاف خطاب ہر سننے والے کے لیے ہے اور اس کا معنی ہے: اے سننے والے! اپنے اور اپنے سب مسلمان بھائیوں کے گناہ کی معافی مانگ۔

**نواں جواب:** خلاصہ یہ ہے کہ فَأَعْلَمُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرُ لَذُنُوبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ (سورہ محمد / ۱۹) میں واضح قرینہ ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب نہیں ہے بلکہ کافر سے خطاب ہے، وہ قرینہ یہ ہے: فَأَعْلَمُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تو جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں پس معلوم ہوا کہ یہ خطاب اس شخص سے ہے جو ابھی یہ بھی نہیں جانتا کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا معنی کیا ہے؟ توحید کیا ہے؟ ورنہ جاننے والے کو جاننے کا حکم دینا تحصیل حاصل ہے، تو معنی یہ ہوئے کہ اے سننے والے! جسے ابھی توحید پر یقین نہیں کسے باشد توحید پر یقین لا اور پھر اپنے اور اپنے مسلمانوں بھائیوں کے لیے استغفار کر۔

**دسواں جواب:** حاصل یہ ہے کہ سورۃ المؤمن اور سورہ محمد دونوں میں امر کا صیغہ ہے اور امر

انشاء ہے اور انشاء وقوع کو مستلزم نہیں تو معنی یہ ہے کہ اگر بہ فرض محال آپ سے گناہ واقع ہو جائے تو آپ اپنے گناہ پر استغفار کریں لہذا یہ قضیہ واقعیہ نہیں ہے بلکہ فرضیہ انشائیہ ہے۔

**گیارہواں جواب:** خلاصہ یہ ہے کہ ”ذنب“ (گناہ) کی حقیقت قصداً نافرمانی کرنا ہے اور قرآن عظیم میں ”ذنب“ کا اطلاق معصیت غیر عمد پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام نے بھولے سے شجر ممنوع سے کھا لیا تھا۔ لہذا سہو کو ذنب نہیں کہتے؛ ان میں ذنب کا اطلاق مجازی ہے۔

**بارہواں جواب:** حاصل یہ ہے کہ ان آیتوں میں خلاف اولیٰ کاموں پر ذنب کا اطلاق فرمایا گیا ہے کیونکہ جس کا مرتبہ زیادہ ہوتا ہے، اس پر گرفت بھی سخت ہوتی ہے، نیکیوں کی نیکیاں بھی مقررین کے نزدیک گناہ کے حکم میں ہوتی ہیں، مقررین کے نزدیک ترک اولیٰ کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، حالانکہ ترک اولیٰ گناہ نہیں ہوتا۔

**تیرہواں جواب:** خلاصہ یہ ہے کہ ”ذُنْبُكَ“ سے اہل بیت کرام کی لغزشیں مراد ہیں وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ سے عام مسلمان مردوں اور عورتوں کی لغزشیں مراد ہیں اور یہ تعیم بعد تخصیص ہے۔ تو معنی یہ ہوئے کہ ”شفاعت فرمائیے اپنے اہل بیت کرام اور سب مردوں عورتوں کے لیے۔“ (مزید تفصیل ص: ۷۷ پر)

**چودہواں جواب:** حاصل یہ ہے کہ سورۃ الفتح کی آیت کریمہ لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ کے ”لَكَ“ میں لام تعلیل کا ہے۔ بنا بریں مَا تَقَدَّمَ سے تمہارے اگلوں یعنی باستثناء انبیاء کرام آپ کے تمام آباء کرام و امہات طہیات کے گناہ اور مَا تَأَخَّرَ سے تمہارے پچھلے یعنی قیامت تک آپ کے تمام اہل بیت و امت مرحومہ کے گناہ مراد ہیں۔ تو اب آیت کریمہ کا معنی یہ ہوا کہ ”ہم نے تمہارے لیے فتح مبین فرمائی تاکہ اللہ تمہارے سب سے بخش دے تمہارے علاقے کے سب اگلوں، پچھلوں کے گناہ۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ“ (تمہ ص: ۸۰ پر ملاحظہ فرمائیں۔)

**پندرہواں جواب:** مختصر ہونے کی وجہ سے بعینہ عبارت پیش ہے: مَا تَقَدَّمَ وَمَا تَأَخَّرَ سے قبل و بعد نزول وحی کا ارادہ جس طرح عبارت تفسیر میں مصرح تھا آیت میں قطعاً محتمل، اور ہم ثابت کر چکے کہ اب حقیقت ذنب خود منفع و الحمد و صلی اللہ تعالیٰ علی شفیع

المذنبین وبارک وسلم الی یوم الدین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین، واللہ تعالیٰ اعلم۔ ما حصل یہ کہ جس طرح مَا تَقْدَرُ وَمَا تَأَخَّرُ سے مراد نزول وحی سے پہلے یا نزول وحی کے بعد کے کام مراد ہیں، (جس کا ذنب نہ ہونا جواب پانچ، چھ میں واضح کیا گیا ہے۔) دیگر مقام پر بھی اسی کاموں کو مجازاً 'ذنب' سے تعبیر و اطلاق کیا گیا۔ (فتاویٰ رضویہ، ج: ۲۹، ص: ۳۹۶ تا ۴۰۱، پور بندر، گجرات)

## ذنب واستغفار کی تحقیق

استاذ محترم محقق مسائل جدیدہ سراج الفقہاء حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ رضوی زیدت محاسنہم صدر شعبہ افتاء الجامعة الاشرفیہ مبارک پور نے اپنی مایہ ناز کتاب عصمت انبیاء میں ان اعتراضات کے جوابات میں ۱۱ معانی کو تفاسیر معتبرہ، معتمدہ، مقبولہ کی روشنی میں بیان فرمایا ہے۔ اب ہم انھیں معانی کو پیش کرتے ہیں، اور ان کو ہم نے اپنے انداز اور اپنی ترتیب سے جمع کیا ہے۔ ان میں اکثر دلائل اسی کتاب سے مختصراً و ملحقطاً لیے گئے ہیں اور بعض فقیر کی تلاش و کاوش ہے۔ لیکن اس سے قبل اسی کتاب سے ذنب اور مغفرت کے معانی ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

## ذنب کا معنی

ذنب کا اصل معنی ہے۔ پیچھے لگنا، لاحق ہونا، آخر میں ہونا اور یہ معنی اس مادے کے تمام کلمات میں کسی کسی مناسبت سے پایا جاتا ہے مثال کے طور پر چند کلمات ملاحظہ کریں۔

ذنبہ ذنباً تبعہ فلم یغادر اثرہ پیچھے لگا رہا۔

ذنب. الضب: اخرج ذنبہ گوہ نے دم باہر نکالی۔

الجراد: غرز ذنبہ لیبيض ٹڈی نے انڈے دینے کے لیے دم کو زمین میں

چھویا۔

تذائب السحاب وغیرہ: تبع بعضہ بعضاً بادل ایک دوسرے کے پیچھے

ہوئے۔

استذنب. الأمر، تم، استتبت کامل ہوا۔

الذنب. من کل شیء. عقبہ ومؤخرہ ہر چیز کا پچھلا حصہ۔

اذناب الناس: ارازلہم وسفلتہم. پچھڑے درجے کے لوگ۔

(المعجم الوسيط، باب الذال ص: ۳۱۶، مکتبۃ الشروق الدولیۃ، لسان العرب، باب الذال، المجلد الثالث ص: ۱۵۱۹، ۱۵۲۱، دارالمعارف)

الذنوب: القبر، ولحم المتن والآلیۃ قبر، پشت، چکتی کا گوشت۔

المذانب من الابل. الذی فی آخر اللیل سب سے پیچھے چلنے والا اونٹ

الذناۃ: الذنب الطویل. لمبی دم

(القاموس الحیط، فصل الذال باب الباء، ج: ۱، ص: ۶۹، مکتبۃ المدینہ۔ لسان العرب، باب الذال،

المجلد الثالث ص: ۱۵۲۰، دارالمعارف)

تذنب المعتم: أى ذنب عما متہ وذلك اذا افضل منها شيئاً، فارخاه

كالذنب عمامہ کا شملہ لٹکایا۔ (لسان العرب، باب الذال، المجلد الثالث ص: ۱۵۲۰)

اسی مناسبت سے 'تبعۃ' کو بھی 'ذنب' کہا جاتا ہے تبعۃ کا معنی ہے۔ انجام کار، اثر جو

کام پر مرتب ہو کہ کام کا اثر یا انجام اس کے آخر میں مرتب ہوتا ہے۔ اس کا ایک معنی "الزام" بھی ہے جو کسی کام کے نتیجے میں لگے۔

ماہر لغات القرآن امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: والذنب فی الاصل:

الاخذ بذنب الشیء یقال ذنبته: اصبت ذنبہ ویستعمل فی کل فعل یستوخم

عقبہ اعتباراً بذنب الشیء، ولہذا یسمى الذنب تبعۃ إعتباراً لما یحصل من

عاقبتہ۔ "ذنب کا اصل معنی 'پیچھے لگنا' ہے۔ کہا جاتا ہے ذنبتہ میں اس کے پیچھے لگا اور اسی

معنی کے لحاظ سے اس کا استعمال ہر اس کام میں ہوتا ہے جس کا انجام برا ہو کہ کام کا انجام اس

کے پیچھے ہی ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ذنب کو تبعۃ کہا جاتا ہے کہ یہ شے کے بعد یا آخر میں

حاصل ہوتا ہے۔" (المفردات فی غریب القرآن ص: ۲۴۰، باب الذال وما یتصل بہا، مکتبۃ نزار مصطفیٰ

المعجم الوسيط میں ہے۔ التبعة، التباعة: تباعة الامر، عاقبته وما يترتب عليه من أثر۔ ”تبعة کا معنی ہے۔ کام کا نتیجہ، انجام کار، کوئی بھی اثر جو شے پر مرتب ہو۔“ (المعجم الوسيط، باب التاء، ص: ۸۱، مکتبۃ اشراق الدولیہ)

’ما يترتب عليه من اثر‘ کے عموم میں ’خلاف اولیٰ‘ بھی شامل ہے۔ ابو منصور محمد بن احمد بن ازہر ہر دی لکھتے ہیں: التبعة والتباعة اسم الشيء الذي لك فيه بغية شبه ظلامة ونحو ذلك۔ ”تبعة اور تباعة اس چیز کا نام ہے جس میں تمہارا کوئی مطلوب اس چیز کے مشابہ ہو جو تم سے ظلماً لے لی گئی ہو اور اسی طرح کی کوئی بھی چیز۔“ (لسان العرب، باب التاء، ج: ۱، ص: ۴۱۸، دار المعارف)

اس عبارت سے عیاں ہوتا ہے کہ تبعة کے مفہوم عام میں ’الزام‘ کا معنی بھی شامل ہے کہ ’الزام‘ بھی ایک ایسی ہی چیز ہے جس میں الزام لگانے والے کا کوئی مطلوب و مرغوب ہوتا ہے اور اس کے خیال میں اس پر ملزم کی طرف سے کوئی زیادتی ہوتی ہے خواہ واقع میں زیادتی ہو یا نہ ہو۔

’ذنب‘ کا ایک معنی گناہ بھی ہے کہ یہ برے کام پر مرتب ہونے والا ایک اثر ہے جو کام کے پیچھے اس کے مرتکب کو لاحق ہوتا ہے۔ ویستعمل فی کل فعل يستوخم عقباه إعتباراً بذنب الشيء (المفردات، ص: ۲۴۰، مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز) تو معنی اصلی کی مناسبت یہاں بھی موجود ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ’ذنب‘ کا لفظ، عربی زبان میں ’گناہ‘ کے معنی میں ہی محصور نہیں بلکہ اس کے دوسرے معانی بھی ہیں۔ مثلاً:

(۱) پیچھے لگنا، آخر میں ہونا۔ یہی اس لفظ کا معنی اصلی ہے۔

(۲) ہر وہ کام جس کا انجام مضریا برا ہو، اس معنی کا ایک فرد ’گناہ‘ بھی ہے۔

(۳) کوئی بھی اثر جو شے پر مرتب ہو۔ اس کے عموم میں ’ترک اولیٰ‘، شکر میں کمی، وغیرہ

داخل ہیں۔

(۴) الزام، سہو، نسیان وغیرہ۔



## استغفار کا معنی

’استغفار‘ کا مادہ ’غَفَرَ‘ ہے۔ اس کا معنی ہے۔ چھپانا، ڈھانکنا، آڑ بن جانا۔ اور یہ معنی اس مادہ کے عامہ مشتقات میں یک گونہ مناسبت کے ساتھ پایا جاتا ہے، مثال کے لیے المعجم الوسيط، باب الغین، ص: ۶۵۶، مکتبۃ الشروق الدولیہ۔ القاموس المحیط، فصل الغین، باب الراء، ج: ۲، ص: ۱۰۱ تا ۱۰۲۔ المفردات فی غریب القرآن، کتاب الغین، ص: ۴۶۹۔ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز ملاحظہ کریں۔

ان لغات سے معلوم ہوگا کہ غفر اور غفران کا اصل معنی ہے چھپانا، ڈھانکنا، آڑ بن جانا۔ ’گناہ بخش دینا‘ بھی گناہ کا چھپانا ہے اس مناسبت سے یہ بھی غفران کہا جاتا ہے اور اسی کی طلب کا نام استغفار ہے۔

اس معنی کے لحاظ سے غفران اور استغفار کے لیے ’گناہ ہونا لازم نہیں۔ گناہ کے ارتکاب میں آڑے آنا اور رکاوٹ ڈالنا بھی غفران کے مفہوم میں داخل ہے۔

نیز اس کا معنی ہے ”عذاب سے بچانا، عذاب سے حفاظت کی طلب“ اور اس کے لیے بھی گناہ لازم نہیں کہ گناہ ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں عذاب سے حفاظت ہو سکتی ہے۔

مذکورہ عربی لغات کی تصریحات سے ثابت ہے کہ ذنب اور غفران کا لفظ ”گناہ“ اور ”بخشش گناہ“ کے معنی میں محصور نہیں لہذا ان الفاظ کا سہارا لے کر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف گناہ کا انتساب جائز نہ ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ جمہور مفسرین نے مذکورہ بالا آیات میں ”ذنب“ کے معنی اصلی کی مناسبت سے کچھ دوسرے معانی مراد لیے ہیں یا گناہ مراد لینے کی صورت میں دوسری توجیہات فرمائیں، جو ہدیہ ناظرین ہیں۔ (عصمت انبیاء، ص: ۴۶، ۵۲)

## آیات ذنب کے معانی

تفاسیر کی چار قسموں کے ضمن میں ۱۲ معانی پیش کیے جاتے ہیں۔

## پہلی قسم

آیات ذنب میں ذنب ”گناہ“ کے معنی میں نہیں بلکہ اس سے دوسرے معنی مراد ہیں، جو ذنب کے معنی اصلی سے خاصی مناسبت رکھتے ہیں۔ جیسے:

۱۔ **ترک اولیٰ:** ”ذنب“ سے مراد ”ترک اولیٰ“ ہے؛ ترک اولیٰ کے دو معنی ہیں:

۱۔ ایک یہ کہ جو بات واقع میں زیادہ بہتر اور مناسب ہو اسے چھوڑ دینا۔ جیسے گرمیوں کے موسم میں ظہر کی نماز زوال کے بعد دھوپ کی شدت کے وقت میں بھی پڑھنا جائز ہے اور ٹھنڈا کر کے پڑھنا بھی جائز ہے۔ دونوں صورتیں شرعاً مباح ہیں لیکن مستحب یہ ہے کہ جب دھوپ کی تپش کم ہو کر وقت ٹھنڈا ہو جائے تب نماز ادا کی جائے۔

تو اس کے پیش نظر دھوپ کی شدت کے وقت میں نماز پڑھنا ترک اولیٰ ہوا مگر یہاں گناہ کا قطعی کوئی تصور نہیں۔

اب اگر رسول اکرم ﷺ نے کبھی بیان جواز کیلئے یا اور کسی وجہ سے ظہر کی نماز گرمیوں کے موسم میں دھوپ کے شباب کے وقت میں ادا فرمائی تو یہ ترک اولیٰ ہوا جو گناہ و ناجائز نہیں بلکہ درحقیقت جائز اور حلال ہوتا ہے، مگر بظاہر خوب تر بھی نہیں۔

بظاہر اس لئے کہ حضور ﷺ نے بیان جواز کے لیے اس طرح کے جو کام کیے ہیں وہ حقیقت میں اولیٰ سے بھی زیادہ پسندیدہ اور اہم ہیں کیونکہ اگر آپ نے وہ کام انجام نہ دیے ہوتے تو امت کو ان کے جواز کا حکم شرعی معلوم نہ ہوا ہوتا اور بیان حکم، عین منصب نبوت کا تقاضا ہے۔

اور اگر آپ ﷺ نے کسی حاجت کی وجہ سے اولیٰ کے خلاف کوئی کام کیا تو درحقیقت وہ بھی خلاف اولیٰ نہیں کہ بوجہ حاجت اب وہی اولیٰ ہو گیا۔

اس کا حاصل یہ ہوا کہ گو کہ کوئی کام اپنے اصل حکم کے لحاظ سے اولیٰ کے خلاف ہو لیکن اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صادر ہو تو اس پر ترک اولیٰ کا اطلاق صرف آپ کے مرتبہ بلند کے لحاظ سے ہوگا۔ نہ یہ کہ واقع میں وہ ترک اولیٰ ہے۔ اور اسی کو قرآن مقدس اپنے عرف میں ذنب سے موسوم کرتا ہے۔ چنانچہ بہت سے مفسرین کرام اور علماء فہم نے یہی

توجیہ فرمائی۔ مثلاً:

(۱) محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”ذنب“ سے مراد ترک اولیٰ ہے اور ترک اولیٰ حقیقت میں گناہ نہیں کیونکہ ”اولیٰ“ اور ”غیر اولیٰ“ دونوں مباح ہونے میں یکساں ہیں۔ (مدارج النبوۃ، ج: ۱، ص: ۶۰، باب سوم در ذکر فضل و شرافت)

(۲) ترک اولیٰ کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ کام تو اپنی حقیقت کے لحاظ سے بہتر، پسندیدہ اور نیکی ہی ہے، مگر وہ فاعل کی شایان شان نہیں یعنی اس کے بلند رتبے کے پیش نظر وہ بہتر یا پسندیدہ نہیں۔ حسنات الابرار سیئات المقربین (ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کے لیے عیب ہوتی ہیں۔ مجد اعظم اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: جتنا قرب زائد اسی احکام کی شدت زیادہ۔ ع جن کے رتبے ہیں سوا، اُن کو سوا مشکل ہے

بادشاہ جبار، جلیل القدر ایک جنگی گنوار کی جو بات سن لے گا (اور اس کے ساتھ) جو برتاؤ گوارا کرے گا (وہ) ہرگز شہریوں سے پسند نہ کرے گا (اور) شہریوں میں بازاریوں سے معاملہ آسان ہوگا اور خاص لوگوں سے سخت اور خاصوں میں درباریوں اور درباریوں میں وزراء (الغرض) ہر ایک پر بار دوسرے سے زائد ہے، اس لیے وارد ہوا ”حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِينَ“ نیکیوں کے جو نیک کام ہیں، مقربوں کے حق میں گناہ ہیں۔ وہاں ترک اولیٰ کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ ترک اولیٰ ہرگز گناہ نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ۲۹، ص: ۴۰۱)

انبیاء کرام اور حضور سید الانام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ایسے ہی غیر اولیٰ فعل کو آپ حضرات کے مراتب عالیہ کے پیش نظر قرآن حکیم میں ”ذنب“ فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ بہت سے مفسرین اور علمائے اعلام نے یہاں ”ذنب“ کی یہی توجیہ فرمائی ہے۔ مثلاً:

(۱) علامہ آلوسی رقمطراز ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کے منصب جلیل کے لحاظ سے افضل کے ترک کا نام ”ذنب“ ہے اور بہت سی چیزیں ہیں جو ایک شخص سے ہوں تو نیکی ہیں اور دوسرے سے ہوں تو برائی ہیں جیسا کہ کہا گیا ہے۔ ابرار کی نیکیاں مقربین کے لیے خطا کا درجہ رکھتی ہیں۔ (تفسیر روح المعانی، تفسیر قولہ تعالیٰ: فَاعْلَمْ اِنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْاَلٰیہ

خلاصہ کلام یہ کہ یہاں ”ذنب“ کا اطلاق ”بظاہر خلاف اولیٰ“ کے لیے کیا گیا ہے جسے ترک افضل بھی کہا جاتا ہے اور یہ کوئی گناہ نہیں۔

۲۔ **شکر میں کمی:** ”ذنب“ کا ایک مفہوم ہے: ”شکر میں کمی“۔ لیکن یہ کمی بھی گناہ نہیں کیوں کہ ایسا شکر بندے کی قدرت سے بالاتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں غیر متناہی ہیں اور متناہی وقت میں غیر متناہی نعمتوں پر شکر ادا کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔

شکر کی اس کمی کو قرآن پاک میں ”ذنب“ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ کمی یا قاصر و عاجز رہنا، ”ذنب“ کے معنی اصلی سے مناسبت یہ ہے کہ ”پیچھے رہ جانے“ کو مستلزم ہے۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں: قال اللہ عزوجل: وَإِنْ تَعَدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا (سورۃ النحل، آیت: ۱۸)

اگر اللہ کی نعمتیں گننا چاہو تو نہ گن سکو گے۔ (کنز الایمان)

جب اس کی نعمتوں کو کوئی گن نہیں سکتا تو ہر نعمت کا پورا شکر کون ادا کر سکتا ہے۔

از دست وزباں کہ برآید کز عہدہ شکرش بدرآید

کسی کے ہاتھ اور زبان سے ممکن ہے کہ اس کے شکر سے عہدہ برآ ہو سکے؟

شکر میں ایسی کمی ہرگز گناہ بمعنی معروف نہیں بلکہ لازمۂ بشریت ہے۔ نعمائے الہیہ، ہر وقت، ہر لمحہ، ہر آن، ہر حال میں متزائد ہیں۔ خصوصاً خاصوں پر، خصوصاً اُن پر جو سب خاصوں کے سردار ہیں اور بشر کو کسی وقت کھانے پینے سونے میں مشغولی ضرور، اگرچہ خاصوں کے یہ افعال بھی عبادت ہی ہیں مگر اصل عبادت سے تو ایک درجہ کم ہیں۔ اس کمی کو تقصیر اور اس تقصیر کو ”ذنب“ سے تعبیر فرمایا گیا۔ (فتاویٰ رضویہ، ج: ۲۹، ص: ۳۹۶، ۳۹۷، پور بندر گجرات)

(۱) یہ تفسیر سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے۔ چنانچہ تنویر المقیاس میں ہے: اے رسول! اللہ تعالیٰ نے آپ پر آپ کے اصحاب پر جو انعامات فرمائے ہیں۔ ان کے شکر میں کمی کی وجہ سے استغفار کیجیے۔ (تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباس تحت قولہ تعالیٰ

فَاَصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ الْآیہ، ص: ۵۰۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان)

کمی کا یہ مفہوم ”شکر کامل، شکر لسانی“ دونوں میں عام و شامل ہے۔

(۲) ملا علی قاری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ ہر چند کہ بندہ اپنے مقسوم کے مطابق اعلیٰ مرتبہ پر پہنچ جائے پھر بھی وہ اللہ کی مغفرت سے مستغنی نہیں ہوتا کیونکہ بندہ اپنے بشری عوارض کی بناء پر تقاضائے ربوبیت کے مطابق عبادت کا حق ادا کرنے سے قاصر رہ جاتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مباح امور میں مشغول ہونے کی وجہ سے یا امت کے اہم کاموں میں منہمک اور مستغرق ہونے کی وجہ سے جو حضرت الوہیت کی جانب توبہ کرنے میں کمی واقع ہوتی ہے، حضرات انبیاء علیہم السلام اپنے بلند مقام کے اعتبار سے اس کو بھی سیدہ اور گناہ خیال کرتے ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ ابراہیم کی نیکیاں بھی مقررین کے نزدیک گناہ ہوتی ہیں۔ (نیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض، لقسم الثالث فیما یجب النبی ﷺ وما یتستحل فی حقہ، ج: ۵، ص: ۱۸۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔ لبنان)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ”شکر لسانی“ یا ”شکر کامل“ میں کمی کو ”ذنب“ کے لفظ سے تعبیر فرمایا گیا کہ یہ کمی آپ کے منصب عالی کے پیش نظر ایک بڑی بات تھی۔

۳۔ الزام: ”ذنب“ سے مراد ”الزام“ ہے جیسا کہ لسان العرب میں ”ذنب“ کا معنی ”الزام“ بھی بیان کیا گیا ہے۔ اور ”غفران“ سے مراد اسی کو مٹانا ہے: ”ذنب“ سے مراد گناہ نہیں بلکہ محض الزام ہے۔

(۱) اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی کنز الایمان میں ذنب کے معنی الزام لکھے ہیں: وَ لَهُمْ عَلَى ذَنْبٍ فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ (سورۃ الشعراء، آیت: ۱۴)

اور ان کا مجھ پر ایک الزام ہے تو میں ڈرتا ہوں کہ میں مجھے قتل کر دیں۔ (کنز الایمان)

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک قبلی کو ظلم سے روکنے کے لیے گھونٹہ مارنے کی وجہ سے اتفاقاً موت واقع ہو گئی تھی۔ تو یہ تادیبی کارروائی نہ فی الواقع قتل تھی نہ ناحق، البتہ قوم فرعون نے اپنی نااہلی کے باعث حقائق کا جائزہ لیے بغیر آپ پر قتل کا الزام عائد کیا تھا۔ تو یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا گناہ نہ تھا بلکہ قوم فرعون کا الزام تھا۔

(۲) حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ ازہری علیہ الرحمہ نے اپنی تفسیر ضیاء القرآن میں آیت فتح میں ”ذنب“ کی تفسیر ”الزام“ سے ہی کی ہے۔ آپ لکھتے ہیں: ”قرآن کریم میں بھی ”ذنب“ کا لفظ

الزام کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الہی میں عرض کی: وَ لَهُمْ عَلَى ذَنْبٍ فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ (سورۃ الشعراء، آیت: ۱۴) انہوں نے مجھ پر الزام قتل لگا رکھا ہے، پس مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ (ضیاء القرآن)

ان آیات (لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ) کے سیاق و سباق کو مد نظر رکھا جائے یہی معنی (الزام) یہاں موزوں اور مناسب معلوم ہوتا ہے۔ غفر کا معنی چھپا دینا، دور کر دینا۔ مَا تَقَدَّمَ سے مراد ہجرت سے پہلے کے اور مَا تَأَخَّرَ سے مراد ہجرت کے بعد۔

ہجرت سے پہلے جو الزامات کفار کی طرف سے حضور سرور عالم ﷺ پر عائد کیے جاتے تھے۔ وہ یہ ہیں: یہ کاہن ہے، یہ شاعر ہے، یہ مجنون ہے، یہ ساحر ہے، یہ اوروں سے سن کر فسانے بنا لیتا ہے، اسے کوئی اور پڑھاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

ہجرت کے بعد کے الزامات کی فہرست کچھ یوں ہے: وہ کہتے یقوم میں اختلاف، انتشار پیدا کرنے والا ہے، اس نے جنگ کی آگ بھڑکا کر مکہ کو اجاڑ ڈالا ہے، بھائی کو بھائی سے، اولاد کو اپنے ماں باپ سے جدا کرنے والا ہے، اس نے ہمارے محفوظ تجارتی راستوں کو خطرناک بنا دیا ہے، ہمارے قومی انتظامات کو درہم برہم کر دیا ہے وغیرہ وغیرہ۔

آپ ان آیات کو اب پھر پڑھیے۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا ① لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ ترجمہ: یقیناً ہم نے آپ کو شان دار فتح عطا فرمائی ہے تاکہ دور فرمادے آپ کے لئے اللہ تعالیٰ جو الزام آپ پر (ہجرت سے) پہلے لگائے گئے اور جو (ہجرت کے) بعد لگائے گئے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ صلح حدیبیہ کی وجہ سے مشرکین کی زبان بند ہو گئی، پھر تھوڑے ہی دنوں بعد غلبہ اسلام کی برکت سے یہ سب الزام نیست و نابود ہو گئے۔ (ضیاء القرآن، تحت سورۃ الفتح، ج: ۴، ص: ۵۳۲، ۵۳۳، مطبوعہ برکات رضا، پور بندر گجرات)

(۳) نائب مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمہ نے شرح بخاری میں ”ذنب کا معنی الزام“ فرمایا ہے۔ (نزہۃ القاری، کتاب الایمان، حدیث۔ ۲۰، قد غفر لک

اللہ ما تقدم من ذنبك الخ، ج: ۱، ص: ۳۳۱، فریدک اسٹال، لاہور)

ماحصل یہ ہے کہ یہاں ”ذنب“ سے مراد ”الزام“ ہے اور ”غفران“ سے مراد اسی کو مٹانا ہے۔  
 ۴۔ لغزش: یہاں ”ذنب“ سے مراد ”سہو و نسیان“ ہے جسے ”لغزش“ بھی کہا جاتا ہے اور یہ کوئی گناہ نہیں ہے۔ جیسے چار رکعت والی نماز میں بھول سے دو رکعت پر ہی سلام پھیر دینا۔  
 مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان اس مضمون کی وضاحت میں یوں رقمطراز ہیں: ذنب معصیت کو کہتے ہیں اور قرآن عظیم کے عرف میں اطلاق معصیت عمد ہی سے خاص نہیں، قال اللہ تعالیٰ: وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ (سورۃ طہ، آیت: ۱۲۱)  
 آدم نے اپنے رب کی معصیت کی۔ (کنز الایمان)

حالانکہ خود فرماتا ہے: فَتَنَسَّىٰ وَلَمْ تَجِدْ لَهُ عَزْمًا (سورۃ طہ، آیت: ۱۱۵)  
 آدم بھول گیا ہم نے اس کا قصد نہ پایا۔ (کنز الایمان)  
 لیکن سہو نہ گناہ ہے نہ اس پر مؤاخذہ، خود قرآن کریم نے بندوں کو یہ دعا تسلیم فرمائی:  
 رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا (سورۃ البقرہ، آیت: ۲۸۶)  
 اے ہمارے رب! ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں۔ (کنز الایمان)

(فتاویٰ رضویہ، ج: ۲۹، ص: ۳۹۹، پور بندر گجرات)

ماحصل یہ ہے کہ ”ذنب یا عصیان“ کی نسبت آیات میں انبیائے کرام کی طرف کی گئی ہو تو ان سے مراد ”سہو و نسیان“ ہے جس کو ”لغزش“ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کا گناہ سے کوئی علاقہ نہیں مگر قرآن کے عرف میں یہ بھی ذنب کا مصداق ہے۔

۵۔ پست مقام: ”ذنب“ سے مراد آپ کے ”سیر فی اللہ“ کی ہر پہلی گھڑی ہے جس سے بعد کی ہر گھڑی افضل و بہتر ہے۔ یہ بھی فی الواقع گناہ نہیں لیکن آپ کے نزدیک مشاہدہ حق میں یہ کمی بھی گویا بڑی بات تھی۔

(۱) شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں: آپ کا ہر آن اللہ سے قرب رہتا تھا اور ہر بعد والی آن میں پہلی آن سے زیادہ قرب ہوتا تھا اور آپ پہلی کو بعد والی آن کے مقابلہ میں گناہ خیال فرماتے اور اس پر استغفار کرتے۔ (فتح الباری بشرح صحیح البخاری، کتاب

اس تفسیر کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے۔ وَلَئِنْ خَرَجْتَ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُولٰٓئِ (سورۃ النحی)

اور بیشک تمہارے لئے ہر پچھلی گھڑی پہلی سے بہتر ہے۔ (کنز الایمان)

تو بعد کے ہر مقام بلند کی طرف نسبت کرتے ہوئے اس کے پہلے کا مقام ”ذنب“ ہے

کہ اب یہ پیچھے ہو گیا، ذنب بمعنی ادنیٰ و کم رتبہ کی مناسبت بھی موجود ہے۔

(۲) مفسر قرآن علامہ اسماعیل حتی، عارف باللہ علامہ فاسی اور شیخ محقق ملا علی قاری، حضرت

قاضی عیاض علیہم الرحمۃ والرضوان نے بھی ”ذنب“ کی یہی توجیہ فرمائی ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ آپ ﷺ ہمیشہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف ترقی

کرتے تھے اور بعد والا حال پہلے حال سے بلند ہوتا تھا، تو آپ بعد کے حال کے مقابل میں

پہلے حال کو گناہ خیال فرماتے اور اس پر استغفار کرتے۔

۶۔ بشری لوازمات و تدبیرات: ”ذنب“ سے مراد بشری لوازمات و حوائج اور خلق

کی اصلاح اور امور امت کی تدبیر، نظم و نسق میں شغل کی حالت ہے جو خالص مشاہدہ حق اور

بحر توحید میں استغراق کی حالت سے کم رتبہ ہے۔

(۱) علامہ بیجلی بن شرف نووی متوفی ۶۷۱ھ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ اپنی امت کی مصلحتوں اور دشمن کے ساتھ لڑائیوں میں غور فرماتے اور اس کی

وجہ سے اپنے عظیم مقام کی طرف توجہ نہ کرتے تو اپنے عظیم مقام کے اعتبار سے اس کو بھی گناہ

قرار دیتے اور اس پر استغفار کرتے، ہر چند کہ یہ امور، بہت عظیم عبادات اور افضل اعمال ہیں

لیکن یہ آپ کے عظیم مقام سے نیچے ہیں اور آپ کے عظیم مقام سے یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے

پاس حاضر ہوں اور اس کا مشاہدہ اور مراقبہ کریں اور اللہ کے ماسوا سے فارغ رہیں۔ (صحیح المسلم

شرح النووی، باب استحباب الاستغفار والاسْتِثْنَاءِ رَمْنَه، ج: ۱، ص: ۲۴، الطبعة المصریہ بالازہر)

خلاصہ گفتگو یہ ہے کہ آپ ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے حقوق واجبہ کی ادائیگی اور مباح امور

میں مشغولیت، مثلاً امت کی مصلحتوں اور دشمن سے جنگ کے معاملات میں غور و فکر

کرنے، مسلمانوں سے باتیں کرنے، کھانے، پینے، سونے، آرام کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا

ذکر اور اس کی تجلیات کے مشاہدہ و مراقبہ میں کمی آجاتی جب کہ امت کی مصلحتوں اور دشمن سے



جنگ کے معاملات میں غور و فکر کرنا بھی عظیم مقام اور افضل عبادات ہے لیکن آپ اپنے ممتام عالی کے اعتبار سے اسے کم تر اور گناہ خیال فرماتے کیونکہ آپ کا مقام عالی تو یہ ہے کہ آپ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر رہیں۔

## دوسری قسم

ان آیات میں ”استغفار“ کا لفظ ”معافی گناہ کی طلب“ کے معنی میں نہیں بلکہ اس کے معنی اصلی کی مناسبت سے اس سے مراد ”گناہ سے حفاظت کی طلب“ ہے اور گناہ سے حفاظت، گناہ کے لئے آڑ اور روک ہے۔

۷۔ **گناہ سے حفاظت کی طلب:** یہاں پر استغفار سے مراد گناہ سے حفاظت کی طلب اور غفران ذنب سے مراد گناہ سے حفاظت ہے۔ گویا مغفرت سے عصمت کا اعلان کیا گیا ہے۔  
(۱) مدارج النبوة میں ہے:

بعض محققین نے یہ کہا کہ آیت لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی اگلی اور پچھلی زندگی میں گناہوں سے پچپائے رکھے گا اور آپ کو عصمت پر قائم رکھے گا۔ اس آیت میں مغفرت، عصمت سے کنایہ ہے اور یہ قول انتہائی عمدہ اور پسندیدہ ہے۔ بلغاء نے قرآن مقدس کے بلاغت کے اسلوب سے شمار کیا ہے کہ قرآن مجید میں تخفیفات کو لفظ مغفرت اور غفوذ نوب سے کنایہ کیا گیا ہے۔ (مثالیں امام سیوطی کے اسی مترجم رسالے ”عصمت سید المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم“ کے صفحہ ۷۳ پر مطالعہ کریں) (مدارج النبوة، ج: ۱، ص: ۷۲، باب سوم در بیان فضل و شرافت، مطبوعہ، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر)

(۲) صاوی شریف میں ہے: ”غفران“ سے مراد ”رسول پاک اور گناہوں کے درمیان کوئی رکاوٹ اور مانع پیدا کرنا ہے“، تو رسول سے گناہ صادر نہ ہوں گے۔ اس لیے کہ غفران کا معنی ہے آڑ اور روک ڈالنا، خواہ یہ آڑ اور روک بندہ اور گناہ کے درمیان ہو، یا گناہ اور اس کے عذاب کے درمیان ہو۔ انبیاء کی شان اقدس کے لائق اول ہے اور امتوں کے حال کے لائق دوم ہے۔  
(التفسیر الصاوی، سورۃ الفتح، آیت: ۲، جلد: ۴، ص: ۹۱، ۹۲، دار الجلیل، بیروت۔ لبنان)

(۳) شفاء شریف اور اس کی شرح میں ہے: بعض علماء نے فرمایا کہ آیت فتح میں مغفرت کا

معنی عیبوں سے بری اور گناہوں سے پاک و منزہ رکھنا ہے۔

اس لیے کہ مغفرت کا اصل معنی چھپانا ہے تو یہ حجاب سے چھپانے اور گناہ سے باز رکھنے کے معنی کے لحاظ سے عصمت گناہ کی طرح سے ہے۔

لیکن خدائے پاک کا ارشاد: **وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝** تو اس سلسلے میں ایک قول کے مطابق **وِزْرٌ** کا معنی یہ کہ آپ ﷺ نبوت سے پہلے گناہوں سے محفوظ و معصوم رکھے گئے اور گناہوں سے یہ عصمت و حفاظت نہ ہوتی تو وہ آپ کی پیٹھ توڑ دیتے۔ یہ معنی فقیہ امام ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (جو اکابر حنفیہ سے ہیں) نے بیان کیا ہے۔ (الشفاء و شرح الشفاء، فصل فی الرد علی من أجاز علیہم الصغائر، ج: ۲، ص: ۲۸۳، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان)

ان اقتباسات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب سید عالم ﷺ کو گناہوں سے محفوظ رکھا اور آپ کو اسی عصمت و حفاظت کے لیے دعا کا حکم دیا ہے۔

## تیسری قسم

”ذنب و غفران“ کا معنی ”گناہ یا معافی گناہ“ ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضور اقدس ﷺ سے گناہ کا صدور ہوا بلکہ اس میں کچھ اور ہی سر خداوندی ہے۔

**۸۔ معافی گناہ کا اعزاز:** ذنب و غفران دونوں کا معنی گناہ و معافی گناہ ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضور اقدس ﷺ سے گناہ کا صدور ہوا بلکہ خدائے کریم نے محض انعام و اعزاز کے طور پر آپ سے اگلے، پچھلے تمام گناہوں سے معافی کا اعلان کیا۔ جیسے بادشاہ اپنے کسی معتمد و مقرب خاص کے بارے میں یہ اعلان کرتا ہے کہ فلاں کے سوخون معاف اس کا یہ مطلب کبھی نہیں ہوتا کہ اس نے سوخون کیے یا کرے گا۔ بلکہ ہر عام و خاص یہی سمجھتے ہیں کہ یہ اس کے لیے ایک خاص اعزاز ہے۔ بلا تشبیہ و تمثیل خدائے پاک کا ارشاد **لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ** اسی طرح کا ایک اعزاز ہے۔

(۱) علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ تہجانی نے کہا ہے کہ یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر بیان کرنے کے لیے نازل ہوئی ہے، جیسے کوئی شخص کسی سے اظہارِ محبت کے لیے کہے، اگر تمہارا کوئی پہلایا بچھلا گناہ ہو بھی تو ہم نے اس کو معاف کر دیا۔ اس کلام سے اس شخص کا یہ ارادہ نہیں ہوتا کہ اس نے فی الواقع کوئی گناہ کیا ہے اور وہ اس کو معاف کر رہا ہے۔ (نسیم الریاض، الفصل التاسع فیما تفسدہ سورۃ الفتح من کرامۃ صلی اللہ علیہ وسلم ج: ۱، ص: ۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان)

(۲) قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے سورہ فتح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کا جو بیان فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو حضور کا مرتبہ اور مقام ہے اس کا جو ذکر کیا ہے اس کی ابتدا اللہ تعالیٰ نے دشمنوں پر حضور کے غلبہ اور آپ کی شریعت کی سر بلندی کی خبر دینے سے کی ہے اور یہ بیان فرمایا ہے کہ آپ مغفور ہیں اور ماضی اور مستقبل کی کسی چیز پر آپ سے مواخذہ نہیں ہوگا، بعض علما نے کہا: اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ فرمایا کہ آپ سے کوئی چیز ہوئی ہے یا نہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے اس کی مغفرت کر دی ہے۔ (الشفاء، الفصل التاسع فیما تفسدہ سورۃ الفتح من کرامۃ صلی اللہ علیہ وسلم ج: ۱، ص: ۴۸، ۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان)

(۳) حافظ ابن کثیر دمشقی نے سورہ فتح کی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

یہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان خصائص میں سے ہے جن میں کوئی اور آپ کا شریک نہیں ہے، آپ کے علاوہ اور کسی شخص کے لیے کسی حدیث صحیح میں یہ نہیں ہے کہ اس کی اگلی اور پچھلی (ظاہری) خطاؤں کی مغفرت کر دی گئی ہو اور اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت تعظیم اور تشریف ہے اور اطاعت، نیکی اور پارسائی میں اولین اور آخرین میں سے کسی نے آپ کے مقام کو نہیں پایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا اور آخرت میں علی الاطلاق اکمل البشر اور سید البشر ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ الفتح، الآیات: ۱-۳، ج: ۱۳، ص: ۸۸، مکتبۃ اولاد الشیخ للتراث)

(۴) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

علامہ تہی الدین سبکی علیہ الرحمہ نے اس آیت کی تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ میں نے کلام الہی لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ اور اس کے آگے و پیچھے کے کلام میں غور

وفکر کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس آیت کی مراد صرف یہ ہے کہ یہ پیغمبر اعظم ﷺ کے لیے بغیر اس کے کہ آپ سے کوئی گناہ ہوا کلمہ تشریف و تکریم ہے۔

علامہ سبکی فرماتے ہیں کہ آیت کی یہ مراد جان لینے کے بعد میں نے حضرت علامہ ابن عطیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تفسیر کو دیکھا کہ وہ بھی اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں اور انہوں نے لکھا ہے کہ ”آیت کریمہ کا یہ حکم، تشریف و اعزاز ہے اور یہاں کوئی گناہ نہیں ہے۔“

یہ مجمل کلام ہے اس کی توضیح یہ ہے کہ ہر چند کہ نبی کریم ﷺ نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کے شرف اور مرتبہ کو ظاہر کرنے کے لیے فرمایا: ہم نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب بخش دیے کیونکہ بادشاہوں کا یہ طریقہ ہوتا ہے کہ اپنے خواص اور مقربین کو نوازنے کے لیے کہتے ہیں کہ ہم نے تمہارے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دیے اور تم سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا حالانکہ بادشاہ کو علم ہوتا ہے کہ اس شخص نے کوئی گناہ نہیں کیا نہ آئندہ کرے گا۔ لیکن اس کلام سے اس شخص کی تعظیم اور تشریف کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے۔ (مدارج النبوة: ج: ۱، ص: ۲۰، ۷۳، باب در بیان فضل و شرافت/ مطبوعہ: مکتبہ، نوریہ، رضویہ؛ بکھر)

اور ایک دوسرے مقام پر رقم طراز ہیں:

حضور ﷺ کے غفران ذنوب کی توجیہ میں متعدد اقوال ہیں۔

ان میں سب سے بہتر یہ ہے کہ یہ حضور اکرم ﷺ کے لیے بغیر اس کے کہ آپ سے کوئی گناہ ہوا ہو۔ خدائے پاک کی طرف سے اعزاز و اکرام ہے جیسا کہ حاکم اپنے لائق خادم کو یہ کہتا ہے کہ ”میں نے تیرے تمام گناہ بخش دیے، تو آزاد رہ اور کوئی فکر نہ کر۔“ گو کہ اس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔ (اشعۃ اللمعات، ج: ۱، ص: ۱۲۸، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الاول)

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ غفران ذنب یا معافی گناہ، کریم مولیٰ کی طرف سے اپنے حبیب رسول کو ایک خاص قسم کا اعزاز و شرف ہے۔ جس کا تعلق گناہ کے وقوع و صدور سے نہیں۔

۹۔ امکانی گناہ سے استغفار کا حکم: انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے عقلی طور پر گناہ کا صدور ممکن ہے۔ یہاں اسی امکانی گناہ سے استغفار کا حکم دیا گیا ہے۔

(۱) سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں امکان

عقلی کے طور پر گناہ فرض کر کے اس کے وقوع کی تقدیر پر اس کی بخشش و معافی مراد ہے۔ فی الواقع موجود گناہ کی بخشش مراد نہیں ہے۔ (الشفاء، فصل فی الرد علی من أجاز علیہم الصغائر، ج: ۲، ص: ۱۵۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان)

اور جیسا کہ آپ نے قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول پڑھا، آپ لکھتے ہیں: بعض علما نے کہا: اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ فرمایا کہ آپ سے کوئی چیز ہوئی ہے یا نہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے اس کی مغفرت کر دی ہے۔ (الشفاء، الفصل التاسع فیما تضمنته سورة الفتح من کراماتہ، ج: ۱، ص: ۴۸، ۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان)

(۲) مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان نے اسی مضمون کو اس طرح بیان فرماتے ہیں:

دونوں (سورۃ المؤمن / ۵۵ اور سورۃ محمد / ۱۹) آیۃ کریمہ میں صیغہ امر ہے اور امر انشاء ہے اور انشاء وقوع پر دال (مستلزم) نہیں تو حاصل اس قدر کہ بفرض وقوع استغفار واجب، نہ یہ کہ معاذ اللہ واقع ہوا، جیسے کسی سے کہنا اکرم ضیفک اپنے مہمان کی عزت کرنا، اس سے یہ مراد نہیں کہ اس وقت کوئی مہمان موجود ہے نہ یہ خبر ہے کہ خواہی، نخواہی کوئی مہمان آئے گا ہی، بلکہ صرف اتنا مطلب ہے کہ اگر ایسا ہو تو یوں کرنا۔ (فتاویٰ رضویہ، ج: ۲۹، ص: ۴۰۰، پور بندر گجرات)

(۳) شفاء شریف کی شرح میں ہے: آیت فتح سے مراد یہ ہے کہ بالفرض اگر آپ کا حقیقتاً یا حکماً کوئی گناہ ہوتا تو بھی آپ سے کوئی مواخذہ نہ ہوتا، آپ کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے۔ (الشفاء شرح الشفاء، فصل فی الرد علی من أجاز علیہم الصغائر، ج: ۲، ص: ۲۸۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ گناہ کا امکان عقلی کے طور پر غفران ذنب کی بشارت یا اس کی طلب کا حکم دیا گیا ہے۔

۱۰۔ استغفار کا حکم تعلیم امت کے لیے: بحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو استغفار کا حکم اور آپ کا استغفار کرنا امت کی تعلیم کے لیے تھا۔

(۱) علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ ایک حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ اشکال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو معصوم ہیں، حتیٰ کہ آپ صغائر سے بھی معصوم ہیں، اس کا یہ

جواب ہے کہ استغفار کرنے سے گناہ کا صدور لازم نہیں آتا، بلکہ استغفار میں اپنے رب کی طرف حاجت کا اظہار ہوتا ہے اور تواضع ہوتی ہے اور امت کے لئے تعلیم ہوتی ہے تاکہ انکے لئے بھی استغفار کرنا سنت ہو جائے۔ (التوضیح شرح الجامع الصحیح، کتاب الدعوات، باب استغفار النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الیوم واللیلۃ، الجزء الثامن، ص: ۷۵، ۷۶، مکتبۃ الرشید، الریاض)

(۲) تفسیر خازن میں ہے: اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور عبادت استغفار کا حکم ہے تاکہ آپ کا درجہ بلند ہو اور آپ کے بعد دوسروں کے لیے یہ سنت ہو جائے۔ (تفسیر الخازن، تحت سورۃ المؤمن/ ۵۵، ج: ۴، ص: ۷۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان)

(۳) جلالین شریف میں ہے کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپ کے معصوم ہونے کے باوجود استغفار کا حکم دیا گیا تاکہ امت اس کو اپنا طریقہ بنا لے اور سرکار نے اسے کر کے دکھا بھی دیا۔ خود آپ کا ارشاد ہے کہ میں روزانہ خدائے پاک کی بارگاہ میں سومرتبہ استغفار کرتا ہوں۔ (جلالین شریف، سورۃ محمد/ ۱۹، ص: ۴۲۱، مجلس برکات)

(۴) اس کے تحت صاوی شریف میں ہے: اس آیت کی ایک تفسیر یہ بھی ہے اور یہ سب سے اچھی تفسیر ہے۔ (التفسیر الصاوی، سورۃ محمد/ ۱۹، ج: ۴، ص: ۸۵، مطبع مصطفیٰ البانی الحلبی)

ماحصل یہ کہ استغفار کو سنت رسول اللہ بنانے کے لیے محض ایک عبادت کے طور پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا حکم دیا گیا۔ جس پر آپ نے عمل بھی کیا اور ساتھ ہی لوگوں کو اس سے آگاہ بھی فرمایا۔

## چوتھی قسم

”ذنب وغفران، گناہ اور معافی گناہ“ کے معنی میں ہیں لیکن سرکار علیہ التحیۃ والثناء کی طرف نسبت مجازی ہے۔

۱۱۔ خطاب عام سامعین سے ہے: ذنب سے مراد گناہ اور استغفار سے مراد گناہوں سے معافی کی طلب ہے لیکن یہاں خطاب حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہے بلکہ ان عام سامعین سے ہے جو مخاطب بن سکیں۔

علماء بلاغت نے مسند الیہ کی تعریف کی بحث میں یہ بیان کیا ہے کہ صیغہ خطاب سے ایسے غیر معین اشخاص کو بھی خطاب کیا جاتا ہے جن کا مخاطب ہونا ممکن ہو۔ (تفصیل کے لیے دروس البلاغۃ، الباب الرابع التعریف والتنکیر، صفحہ ۱۳ میں رجوع کریں)

قرآن حکیم نے بھی بلاغت کا یہ اسلوب کثیر مواقع پر اختیار کیا ہے مثلاً ایک معتمام پر قیامت میں کفار و مشرکین کی ذلت و رسوائی کی منظر کشی کرتے ہوئے خطاب ہوتا ہے: **وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْمُنْجِرِ مُؤْمِنًا كُفِرُوا زُفُورًا** (سورة السجدة، آیت: ۱۲) اور کہیں تم دیکھو جب مجرم (کفار و مشرکین) اپنے رب کے پاس سر نیچے ڈالے ہوں گے۔ (نزل الایمان)

اس آیت کریمہ میں تڑی یا تم کا مخاطب جب کوئی معین شخص نہیں بلکہ تمام اہل محشر مخاطب ہیں جو مشرکین کو اپنے کرتوت پر بارگاہ الہی میں انتہائی شرمندگی کے باعث سر جھکائے ہوئے دیکھیں گے۔ (مختصر المعانی، ص: ۶۹، الاتقان فی علوم القرآن، النوع الحادی والنمون، فصل فی وجہ مخاطبتہ، الجزء الرابع، ص: ۱۲۹۳، مرکز الدراسات القرآنیہ)

قرآن مقدس کا یہ اسلوب بلیغ ذہن نشین کر کے امام احمد رضا قدس سرہ کی تفسیر پڑھیے، آپ لکھتے ہیں:

شرط تمامی استدلال، قطع ہر احتمال ہے۔ علم کا قاعدہ مسلمہ ہے: اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔

سورہ مومن و سورہ محمد ﷺ کی آیات کریمہ میں کون سی دلیل قطعی ہے۔ کہ خطاب حضور اقدس ﷺ سے ہے، مومن میں تو اتنا ہے: **وَاسْتَغْفِرْ لِدُنْيِكَ** (سورة المؤمن، آیت: ۵۵)

اے شخص اپنی خطا کی معافی چاہ۔ کسی کا خاص نام نہیں، کوئی دلیل تخصیص کلام نہیں۔ قرآن عظیم تمام جہان کی ہدایت کے لیے اترانہ صرف اس وقت کے موجودین بلکہ قیامت تک کے آنے والوں سے وہ خطاب فرماتا ہے، **وَأَقِمْوَا الصَّلَاةَ** (سورة البقرہ، آیت: ۴۳)

”نماز پر پارکھو“ یہ خطاب جیسا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تھا ویسا ہی ہم سے بھی ہے اور تاقیام قیامت ہمارے بعد آنے والی نسلوں سے بھی۔ اسی قرآن عظیم میں ہے:

لَا تَذَرُوهُمْ بِهٖ وَمَنْ يَبْلُغْ (سورۃ الانعام، آیت: ۱۹)

تاکہ میں اس سے تمہیں ڈراؤں اور جن جن کو پہنچے۔ (کنز الایمان)

کتب کا عام قاعدہ ہے کہ خطاب ہر سامع سے ہوتا ہے۔ ”بداں اسعدک اللہ تعالیٰ“ (تو جان لے اللہ تعالیٰ تجھے سعادت مند بنائے۔) میں کوئی خاص شخص مراد نہیں۔ خود قرآن عظیم میں فرمایا: اَرٰیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰی ۹ عَبْدًا اِذَا صَلَّی ۱۰ اَرٰیْتَ اِنْ كَانَ عَلٰی الْهٰدِی ۱۱ اَوْ اَمَرَ بِالَّتَّقٰوٰی ۱۲ (سورۃ العلق)

ابو جہل لعین نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سے روکنا چاہا اس پر یہ آیت کریمہ اتریں ”کہ کیا تو نے دیکھا اُسے جو روکتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے، بھلا دیکھو تو اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو یا پرہیزگاری کا حکم فرمائے۔“ (کنز الایمان)

یہاں بندے سے مراد حضور اقدس ہیں صلی اللہ علیہ وسلم، اور غائب کی ضمیریں حضور کی طرف ہیں اور مخاطب کی ہر سامع کی طرف، بلکہ فرماتا ہے: فَمَا یُكْذِبُكَ بَعْدَ الدِّیْنِ ۶ (سورۃ النین)

(ان روشن دلیلوں کے بعد) کیا چیز تجھے روز قیامت کے جھٹلانے پر باعث ہو رہی ہے۔

یہ خطاب خاص کفار سے ہے بلکہ ان میں بھی خاص منکران قیامت مشرکین آریہ و ہنود سے۔

یوں ہی دونوں سورہ کریمہ میں کاف خطاب ہر سامع کے لیے ہے کہ اے سننے والے اپنے اور اپنے سب مسلمان بھائیوں کے گناہ کی معافی مانگ۔

بلکہ آیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں توصاف قرینہ موجود ہے کہ خطاب حضور سے نہیں، اس کی ابتدا یوں ہے: فَاَعْلَمُوْا اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (سورۃ محمد، آیت: ۱۹)

جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنی اور مسلمان مردوں اور عورتوں کی معافی چاہ۔ (کنز الایمان)



تو یہ خطاب اُس سے ہے جو ابھی لا الہ الا اللہ نہیں جانتا ورنہ جاننے والے کو جاننے کا حکم دینا تحصیل حاصل ہے، تو معنی یہ ہوئے کہ اے سُننے والے جسے ابھی توحید پر یقین نہیں کسے باشد توحید پر یقین لا اور اپنے اور اپنے بھائی مسلمانوں کے گناہ کی معافی مانگ، تتمہ آیت میں اس عموم کو واضح فرما دیا کہ: **وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰیكُمْ** (سورہ محمد، آیت: ۱۹)

اللہ جانتا ہے جہاں تم سب لوگ کروٹیں لے رہے ہو، اور جہاں تم سب کا ٹھکانا ہے۔ (کنز الایمان)

اگر **عَلَّمَ** میں تاویل کرے تو **ذُنُبُکَ** میں تاویل سے کون مانع ہے اور اگر **ذُنُبُکَ** میں تاویل نہیں کرتا تو **فَاعْلَمْ** میں تاویل کیسے کر سکتا ہے، دونوں پر ہمارا مطلب حاصل، اور مدعی معاند کا استدلال زائل۔ (فتاویٰ رضویہ مترجم، ج: ۲۹، ص: ۳۹۸ تا ۴۰۰، پور بندر، گجرات)

خلاصہ بحث یہ ہے کہ استغفار کا حکم رسول اللہ کو نہیں بلکہ اس کا خطاب عام سامعین سے ہے جو اس کے مخاطب بن سکیں۔

**۱۲۔ اہل بیت و امت کے گناہ:** ذنب سے مراد اہل بیت کی لغزشیں اور امت کے گناہ ہیں۔

ان جوابات میں رائج جواب یہی ہے کیونکہ یہ جواب قرآن مجید کی آیات، احادیث، علماء و مفسرین کی تحقیق و تفسیر اور عقیدہ عصمت انبیاء کے مطابق ہے۔ اس پر مختصر بیان ہدیہ ناظرین ہے۔

خطاب حضور سید عالم ﷺ سے ہے لیکن ذنب کی نسبت آپ کی طرف حقیقی نہیں، حقیقت میں یہاں ذنب کا تعلق آپ کی امت اور اہل بیت سے ہے اور ایجاز حذف یا مجاز عقلی کے طور پر آپ کی طرف اس کی اسناد فرمائی گئی ہے۔

واضح ہو کہ مجاز عقلی اسناد میں پایا جاتا ہے۔ بایں طور کہ فعل، یا معنی فعل یعنی اسم فاعل، اسم مفعول، مصدر وغیرہ تکلم کے نزدیک بظاہر جس کی صفت ہے، جس کے ساتھ قائم ہے، اس کی طرف فعل یا معنی فعل کی اسناد سے کسی قرینہ کے مانع ہونے کے باعث اس کے علاوہ کی طرف ان کی اسناد کی جائے۔ اور ایجاز حذف میں جملہ، یا جملہ کا کوئی جز مخدوف ہوتا ہے۔

یہ مجاز و ایجاز، قرآن حکیم اور روزمرہ کے محاورہ میں کثرت سے شائع ذائع ہے۔ اس بحث کی قدر و وضاحت الاتقان فی علوم القرآن میں بھی ہے، ملاحظہ ہو: الجزء الرابع، ص: ۱۵۰۸، النوع الثانی والنمسون فی حقیقۃ ومجازہ، مرکز الدراسات القرآنیہ۔

مجاز، جیسے: یَذْجُجُ آبْنَاءَهُمْ (سورہ قصص، آیت: ۴)

”فرعون بنی اسرائیل کے بیٹوں کو ذبح کرتا“ ذبح تو فرعون کا لشکر کرتا تھا لیکن اس کی نسبت فرعون کی طرف اس لیے کی گئی کہ وہ ذبح کا سبب اور اس کا حکم دینے والا تھا۔

ایجاز جیسے: وَسُئِلَ الْقَرْيَةُ أَيُّ أَهْلِ الْقَرْيَةِ (سورہ یوسف، آیت: ۸۲)

”بستی سے پوچھو، مراد بستی کے باشندوں سے پوچھو“ مختصر المعانی، بحث احوال الاسناد

الخبر، ص: ۵۱، ۵۳، ۵۸، ۵۹ / بحث ایجاز، ص: ۲۸۶

خاتم المحققین امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے الاتقان فی علوم القرآن میں خطاب قرآنی کی ۳۴ اقسام بیان فرمایا جن میں سے ایک قسم ”خطاب العین والمراد بہ الغیر“ ہے۔ یعنی خطاب نبی سے ہو اور مراد غیر نبی ہوں۔ ملاحظہ ہو: الجزء الرابع، ص: ۱۴۹۴، النوع الحادی والنمسون فی وجہ مخاطباتہ، مرکز الدراسات القرآنیہ۔

اسی طریقے سے امام ابو زکریا نووی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی چند اقسام بیان

کیے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔

۱۔۔۔ خطاب بھی عام ہو اور مخاطب بھی عام ہو۔ جیسے ارشاد باری: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ (سورۃ المائدہ، آیت: ۶) اور يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ (سورۃ البقرہ، آیت: ۱۸۳)

۲۔۔۔ خطاب خاص نبی سے ہو اور مخاطب بھی خاص نبی ہی ہو۔ جیسے ارشاد باری: وَمِنْ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ نَافِلَةً لَّكَ (سورہ بنی اسرائیل، آیت: ۷۹) اور خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ (سورۃ الاحزاب، آیت: ۵۰)

۳۔۔۔ خطاب خاص نبی سے ہو لیکن مخاطب نبی کے ساتھ امتی بھی ہوں۔ جیسے ارشاد باری: لَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَى غَسَقِ اللَّيْلِ (سورہ بنی اسرائیل، آیت: ۷۸) فَاِذَا

قَرَأْتُ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذُّ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ (سورة النحل، آیت: ۹۸)  
۴۔۔۔ خطاب خاص نبی سے ہو لیکن مخاطب صرف غیر نبی ہوں۔

اب اسے خود امام نووی کے الفاظ میں سنئے۔ رقطراز ہیں: با اوقات خطاب کا روئے سخن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوتا ہے اور مراد آپ کے غیر ہوتے ہیں۔ جیسے خدائے پاک کے اس ارشاد میں: فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكٍّ مِمَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ فَسْئَلِ الَّذِينَ يَقْرَأُونَ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكَ لَقَدْ جَاءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿۴۳﴾ (سورة یونس) اگر تجھے اس میں کچھ شبہ ہو جو ہم نے تیری طرف (قرآن) اتارا تو ان سے پوچھ لو جو تجھ سے پہلے کتاب پڑھنے والے ہیں۔ بے شک تیرے رب کی طرف سے حق آیا، تو تم ہرگز شرک والوں میں نہ ہو۔

اور یہ ناممکن ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کتاب نازل ہوئی کبھی اس میں آپ کو کچھ شک ہوا ہو۔ (شرح المسلم بشرح النووی، ج: ۱، ص: ۱۸۲، کتاب الایمان، باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا، لا الا للہ، حدیث: ۳۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان)

آیات ذنب میں خطاب کی اسی آخری قسم کا لحاظ فرمایا گیا ہے۔ جو اباب معانی و بیان کے نزدیک اسلوب بلیغ ہے اور مجدد اعظم اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کا ترجمہ اسی اسلوب بلیغ کا آئینہ دار ہے۔ ملاحظہ ہو:

(۱) لِيَعْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ (سورة الفتح، آیت: ۲)  
تا کہ اللہ تمہارے سب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔  
(کنز الایمان)

(۲) وَاسْتَغْفِرْ لَذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ (سورة محمد، آیت: ۱۹)  
اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔ (کنز الایمان)

(۳) وَاسْتَغْفِرْ لَذَنْبِكَ (سورة المؤمن، آیت: ۵۵)  
اور اپنوں کے گناہوں کی معافی چاہو۔ (کنز الایمان)

پھر اس کی وضاحت کرتے ہوئے فتاویٰ رضویہ میں رقمطراز ہیں:

ہر ادنیٰ طالب علم جانتا ہے کہ اضافت کے لیے ادنیٰ ملا بست بس (کافی) ہے، بلکہ یہ عام طور پر فارسی، اردو، ہندی سب زبانوں میں رائج ہے۔ مکان کو جس طرح اس کے مالک کی طرف نسبت کریں گے یونہی کرایہ دار کی طرف، یونہی جو عاریت لے کر بس رہا ہے، اس کے پاس جو ملنے آئے گا یہی کہے گا کہ ہم فلانے کے گھر گئے تھے، بلکہ پیمائش کرنے والے جن کھیتوں کو ناپ رہے ہوں ایک دوسرے سے پوچھے گا تمہارا کھیت گے جریب ہوا؟، یہاں نہ ملک، نہ اجارہ، نہ عاریت، اور اضافت موجود۔ یونہی بیٹے کے گھر سے جو چیز آئے گی، باپ سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے یہاں سے یہ عطا ہوا تھا، تو ”ذَنْبِكَ“ سے مراد اہل بیت کرام کی لغزشیں ہیں اور اس کے بعد ”وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ“، تعیم بعد تخصیص ہے یعنی شفاعت فرمائیے اپنے اہل بیت کرام اور سب مسلمان مردوں عورتوں کے لیے.....

تعیم بعد تخصیص کی مثال خود قرآن عظیم میں ہے:

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَلَدَتِي وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِي مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنَاتِ (سورہ نوح، آیت: ۲۸)

اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور جو میرے گھر میں ایمان کے ساتھ آیا اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو۔ (کنز الایمان)

اسی وجہ پر آیت کریمہ سورہ فسخ میں لام ”لَكَ“، تعلیل کا ہے اور ”مَا تَقَدَّمَتْ مِنْ ذَنْبِكَ“ تمہارے اگلوں کے گناہ انہی سیدنا عبد اللہ و سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منہائے نسب کریم تک تمام آباؤ کرام و امہات طہیات باستثناء انبیاء کرام مثل آدم و شیث و نوح و خلیل و اسمعیل علیہم الصلوٰۃ والسلام، اور ”مَا تَأَخَّرَ“ تمہارے پچھلے یعنی قیامت تک تمہارے اہل بیت و امت مرحومہ تو حاصل آیت کریمہ یہ ہوا کہ ہم نے تمہارے لیے فتح مبین فرمائی، تاکہ اللہ تمہارے سبب سے بخش دے تمہارے علاقہ (متعلقین) کے سب اگلوں پچھلوں کے گناہ۔

والحمد لله رب العالمین۔ (فتاویٰ رضویہ، ج: ۲۹، ص: ۴۰۰-۴۰۱، پور بندر گجرات)

اب اس سلسلے میں علماء و مفسرین کے اقوال ملاحظہ کیجئے۔

(۱) عارف باللہ حضرت شیخ احمد صاوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”ذَنْبُكَ“ میں ”ک“ خطاب سے پہلے ایک مضاف مخذوف ہے تو عبارت یوں ہے، ”لِذَنْبِكَ أَمْتُكَ“ یعنی آپ کی امت کے گناہ“ اور گناہ کی اسناد امت کے بجائے آپ کی طرف اس علاقہ ولگاؤ کی وجہ سے کی گئی کہ آپ امت کے شفع ہیں اور امت کا معاملہ آپ سے متعلق ہے۔ دنیا میں اگر آپ ان کے گناہ کی معافی کی دعا نہ کریں تو آخرت میں یہ آپ کے ہی ذمہ ہوگا۔ ارشاد باری ہے کہ عَزِيزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَیْكُمْ رسول پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ اور یہ سب امت محمدیہ کے لئے اعزاز و شرف ہے۔ (التفسیر الصاوی، سورہ مؤمن، آیت: ۵۵، ج: ۴، ص: ۱۱، مکتبۃ مصطفیٰ البانی الحلبي)

(۲) بعض علماء نے کہا: ”لِذَنْبِكَ“ اُی لِذَنْبِ أَهْلِ بَيْتِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ اُی الَّذِينَ لَيْسُوا مِنْكُمْ بِأَهْلِ بَيْتٍ کہ ”لِذَنْبِكَ“ کا معنی ہے آپ کے اہل بیت کے گناہ تو آیت کا معنی یہ ہوا کہ ”اپنے اہل بیت اور ان کے سوا دوسرے مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہ کے لئے دعائے استغفار کیجئے۔“ (التفسیر الکبیر، سورہ محمد، آیت: ۱۹، ج: ۲۸، ص: ۶۱، دار الفکر)

بہت سے علماء کرام اور جلیل القدر، علماء اسلام کا یہی موقف ہے کہ جن آیات میں آپ کی طرف ”ذنب“ کی اسناد کی گئی ہے۔ ان میں ”ذنب“ سے مراد آپ کی امت اور اہل بیت کے گناہ ہیں۔ اس لیے یہ اسناد فی الواقع ان کی طرف ہونی چاہیے تھی۔ مگر ایجاز حذف اور مجاز عقلی کے طور پر آپ کی طرف یہ اسناد کی گئی ہے جو ارباب معانی و بیان کے نزدیک ایک اسلوب بلیغ ہے۔

اختصار کی وجہ سے ہم صرف ان علماء کرام میں سے کچھ کے اسماء مبارکہ کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں:

(۱) امام ابن عطاء (۲) امام ابواللیث سمرقندی (۳) امام قاضی عیاض مالکی (۴) امام ابو البرکات النسفی (۵) امام محی الدین ابن عربی (۶) امام فخر الدین رازی (۷) امام عبدالرحمن صوفی (۸) امام علی قاری (۹) شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰) علامہ مکی (۱۱) امام محمد مہدی فاسی (۱۲) شیخ احمد

صاوی ماکی (۱۳) علامہ شہاب الدین خفاجی (۱۴) علامہ ابو حیان اندلسی (۱۵) علامہ سید محمود آلوسی (۱۶) علامہ ملا معین کا شفی (۱۷) علامہ سید محمد بن ادریس شافعی (۱۸) علامہ علی شریف جرجانی (۱۹) علامہ تفتازانی (۲۰) علامہ ابوالقاسم ربیعہ اللہ بن سلام بغدادی (۲۱) علامہ محمد بن حسین ابو عبد الرحمن سلمی نیشاپوری (۲۲) علامہ احمد یار خان نعیمی وغیرہم علیہم الرحمة والرضوان۔

ان وجوہ کے باعث مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے ترجمہ قرآن کنز الایمان میں ذنب کی اسناد امت اور اہل بیت کی طرف فرمائی جو قرآن حکیم کے اسلوب بلیغ کے عین مطابق ہے۔

ساتھ ہی اس ترجمہ میں ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ آسانی کے ساتھ قرآن حکیم کا صحیح مفہوم سمجھ میں آجاتا ہے اور اس کی وجہ سے عقیدہ عصمت کے سلسلے میں کوئی شک یا خلیجان واقع نہیں ہوتا تو اس طرح سے یہ ترجمہ مجاز عقلی کا ترجمان بھی ہے اور عقیدہ امت کا نگہبان بھی۔ نیز قرین عقل بھی ہے اور موافق نقل بھی۔ حضرت محقق عبدالحق محدث دہلوی نے اسے ”مذہب حسن“ بھی کہا۔

تو ”ذَنْبُكَ“ سے امت کا گناہ مراد لینا نہ قرآن مقدس کے خلاف ہے، نہ احادیث صحیحہ کے خلاف ہے، نہ اسلوب بلاغت کے خلاف ہے بلکہ سب کے مطابق ہے اور ہر طرح صحیح و درست ہے۔

ہاں اگر مجاز عقلی کے فہم و ادراک کی راہ میں کسی عقل کو خدشہ لاحق ہو جائے تو اس کے باعث یہ مجاز یا یہ توجیہ و جیہ مخدوش نہ ہوگی، بلکہ خود وہ عقل ہی مخدوش قرار پائے گی۔ (تفصیل کے لیے عصمت انبیاء ص: ۵۳، ۵۴، ۱۰۵ کا مطالعہ فرمائیں۔)

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے عصمت انبیاء سے متعلق قرآنی آیات، حدیث متواترہ، اخبار آحاد، حدیث ضعیف، علماء و مفسرین کی تحقیقات، علم الکلام، مختلف مکاتب کے نظریات، آیات ربانی کے انداز خطاب کو پیش نظر رکھا۔ پھر جا کر یہ بے غبار تراجم آیات پیش کر کے عصمت انبیاء کے تحفظ میں کلیدی کردار ادا کیا اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عظمت و حرمت کی پاسداری و نگہبانی کی۔

حق بجانب ہو کر کنز الایمان اور دیگر تراجم کو گہرائی و گیرائی سے مطالعہ کرنے والے کی

زبان پر یہ جملہ ضرور ہوگا کہ بلاشبہ یہ ترجمہ (کنز الایمان) سینکڑوں مستند تراجم و تفاسیر معتبرہ و مقبولہ کا عکس و نچوڑ ہے جو قرآن حکیم کی اصل منشا و مراد کو بتاتا ہے۔

## انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف

### انتساب گناہ کا حکم

قرآن اور حدیث کے ترجمہ کے بغیر اپنی طرف سے انبیاء علیہم السلام کو گناہ و معصیت کی طرف منسوب کرنا سخت حرام ہے اور بعض علماء نے اس کو کفر لکھا ہے۔

✽ علامہ ابن الحاج مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۷۷۳ھ لکھتے ہیں:

ہمارے علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے کہا: جس نے قرآن اور حدیث کی تلاوت کے بغیر کسی نبی کے متعلق یہ کہا کہ اس نبی نے معصیت کی یا اللہ کی مخالفت کی تو وہ معذور باللہ کافر ہو گیا۔  
(المدخل، فصل فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج: ۲، ص: ۱۴۰، دار التراث، القاہرہ)

✽ عارف باللہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اشعۃ اللمعات میں رقمطراز ہیں:

قرآن مجید میں جو حضرت آدم علیہ السلام کی طرف عصیاں و نافرمانی کی نسبت کی اور ان پر عتاب فرمایا وہ حضرت آدم علیہ السلام کا خدائے تعالیٰ کے مقرب ہونے اور ان کی بلندی شان پر مبنی ہے اور مالک کو حق پہنچتا ہے کہ اولیٰ و افضل چیز کے ترک کرنے پر اگرچہ وہ معصیت کی حد تک نہ پہنچے، اپنے بندے کو جو کچھ چاہے کہے اور عتاب کرے، دوسرے کسی کو کچھ بھی کہنے کی مجال نہیں ہے، یہ نہایت ادب کا مقام ہے جس کا لحاظ ضروری ہے اور وہ ادب یہ ہے کہ اگر خداوند تعالیٰ کی جانب سے بعض انبیاء علیہم السلام پر جو اس کی بارگاہ کے مقرب ہیں، عتاب نازل ہو یا ان کی طرف خطا کی نسبت کی گئی ہو یا خود ان انبیاء علیہم السلام کی طرف سے جو کہ اس کے خاص بندے ہیں۔ تواضع، عاجزی و انکساری کی بات صادر ہو جس سے ان میں نقص و عیب کا وہم پڑتا ہو، تو ہم بندوں کو اس میں دخل دینے یا اسے زبان پر لانے کی ہرگز اجازت نہیں۔  
(اشعۃ اللمعات، کتاب الایمان، الفصل الاول، ج: ۱، ص: ۴۳)

✽ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز متوفی ۱۳۴۰ھ ”فتاویٰ رضویہ“ میں فرماتے ہیں:

غیر تلاوت میں اپنی طرف سے سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف نافرمانی و گناہ کی نسبت حرام ہے۔ ائمہ دین نے اس کی تصریح فرمائی بلکہ ایک جماعت علمائے کرام نے اسے کفر بتایا، مولیٰ کو شایان ہے کہ اپنے محبوب بندوں کو جس عبارت سے تعبیر فرمائے، فرمائے دوسرا کہے تو اس کی زبان گدڑی کے پیچھے سے کھینچی جائے ”لله المثل الاعلیٰ“ بلاشبہ یوں خیال کرو کہ زید نے اپنے بیٹے عمر کو اس کی کسی لغزش یا بھول پر متنبہ کرنے، ادب دینے، جزم و عنزم و احتیاط تم سکھانے کیلئے مثلاً یہودہ، نالائق، احمق وغیرہا الفاظ سے تعبیر کیا، باپ کو اس کا اختیار تھا، اب کیا عمر کا بیٹا بکر یا غلام خالد انہیں الفاظ کو سند بنا کر اپنے باپ اور آقا عمر کو یہ الفاظ کہہ سکتا ہے، حاشا اگر کہے گا، سخت گستاخ و مردود و ناسزا و مستحق عذاب و تعزیر و سزا ہوگا، جب یہاں یہ حالت ہے تو اللہ عز و جل کی ریس کر کے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں ایسے لفظ کا بکنے والا کیونکر سخت شدید و مدید عذاب جہنم و غضب الہی کا مستحق نہ ہوگا؟ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

امام عبداللہ قرطبی تفسیر میں زیر قولہ تعالیٰ ”وَطَفِقًا يَخْصِفْنَ عَلَيْهِمَا مِنْ ذَرْبِ الْجَنَّةِ“ (سورہ طہ، آیت: ۱۲۱) اور آدم و حوا اپنے جسم پر جنت کے پتے چپکانے لگے۔ (ت) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قال القاضي ابو بكر بن العربي رحمه الله تعالى: لا يجوز لاحد منا اليوم ان يخبر بذلك عن آدم عليه الصلاة والسلام الا اذا ذكرناه في اثناء قوله تعالى عنه او قول نبيه ﷺ فاما ان نبتدئ ذلك من قبل انفسنا فليس بجائز لنا في آباءنا الآذنين الينا المماثلين لنا فكيف بأبينا الا قدم الاعظم الاكبر النبي المقدم صلى الله تعالى عليه وسلم وعلى جميع الانبياء والمرسلين۔ (الجامع للاحكام القرآن تحت الاية، سورہ طہ / ۱۲۱، ج: ۱۴، ص: ۱۵۳، مؤسسة الرسالة، مدغل لابن الحاج فضل في مولد النبي صلى الله عليه وسلم، ج: ۲، ص: ۱۴، ۱۵، مكتبة دار التراث القاهرة)

قاضی ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آج ہم میں سے کسی کے لیے



حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متعلق یہ کہنا جائز نہیں مگر صرف اس صورت میں کہ اسے باری تعالیٰ کے کلام یا اس کے نبی کے کلام کے اثناء میں ذکر کریں۔ اسے ابتداءً اپنی طرف سے بتانا تو ہمارے لیے اپنے ان قریبی آباء کے حق میں بھی جائز نہیں جو ہماری ہی طرح ہیں پھر ان کے حق میں کیوں کر روا ہوگا جو ہمارے سب سے پہلے باپ ہیں جو بڑی عظمت و بزرگی والے اور سب سے پہلے نبی بھی ہیں، ان پر اور تمام انبیاء و مرسلین پر خدائے برتر کا درود و سلام ہو۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد ریح ابن الحاج مدخل میں فرماتے ہیں:

قد قال علماؤنا رحمهم الله تعالى ان من قال عن نبي من الانبياء عليهم الصلوة والسلام في غير التلاوة والحديث انه عصى او خالف فقد كفر نعوذ بالله من ذلك۔ (مدخل لابن الحاج، فصل في مولد النبي صلى الله عليه وسلم، بيروت، ج: ۲، ص: ۱۴، مکتبہ دار التراث القاہرہ)

ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے کسی نبی کے بھی بارے میں غیر تلاوت و حدیث میں یہ کہے کہ انہوں نے نافرمانی یا خلاف ورزی کی تو وہ کافر ہے، اس سے ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔

ایسے امور میں سخت احتیاط فرض ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کا حسن ادب عطا فرمائے۔  
آمین وصلى الله تعالى على سيدنا محمد وآله وصحبه اجمعين وبارك وسلم  
والله سبحانه وتعالى اعلم (فتاویٰ رضویہ، ج: ۲، ص: ۱۳۵، پور بندر، گجرات)

✽ صدر الشریعہ، مولانا مفتی، محمد امجد علی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۳۷۶ھ لکھتے ہیں:

انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے جو لغزشیں واقع ہوئیں، ان کا ذکر تلاوت قرآن و روایت حدیث کے سوا حرام اور سخت حرام ہے، اوروں کو ان سرکاروں میں لب کشائی کی کیا مجال! مولیٰ عزوجل اُن کا مالک ہے، جس محل پر جس طرح چاہے تعبیر فرمائے، وہ اُس کے پیارے بندے ہیں، اپنے رب کے لیے جس قدر چاہیں تو اضع فرمائیں، دوسرا اُن کلمات کو سند نہیں بنا سکتا اور خود اُن کا اطلاق کرے تو مردودِ بارگاہ ہو، پھر اُنکے یہ افعال جن کو ذلت و لغزش سے تعبیر کیا جائے، ہزار ہا حکم و مصالح پر مبنی، ہزار ہا فوائد و برکات کی مُثَر ہوتی ہیں، ایک لغزش

اَيْنَا آدَمَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ كُوْدِيْكَهٖ، اِگروہ نہ ہوتی، جنت سے نہ اترتے، دنیا آباد نہ ہوتی، نہ کتابیں اُترتیں، نہ رسول آتے، نہ جہاد ہوتے، لاکھوں کروڑوں مَٹوبات کے دروازے بند رہتے، اُن سب کا فتح باب ایک لغزشِ آدم کا نتیجہ بارکہ وثمرہ طیبہ ہے۔ بالجملہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی لغزش، مَن وٹوکس شمار میں ہیں، صدیقین کی حَسَنَات سے اَفْضَل وَاَعْلٰی ہے۔ حَسَنَاتُ الْاَبْدَانِ سَيِّئَاتُ الْمُفَرِّدِيْنَ۔ (بہار شریعت، ج: ۱، حصہ اول، ص: ۸۹، ۹۰، مکتبۃ المدینہ)

✽ شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ رحمۃ الباری سے اس شعر کے متعلق حکم دریافت کیا گیا۔

آدم نے کیا ایک نادانی جنت سے اٹھا دانہ پانی  
آپ نے جواب ارشاد فرمایا:

یہ شعر کفر ہے اس میں حضور آدم علیہ السلام کی صریح توہین ہے اس شعر کو نہ مجمع عام میں پڑھنا جائز، نہ مجمع خاص میں، حتیٰ کہ تنہائی میں بھی جائز نہیں پڑھنے والے پر توبہ و تہجد و ایمان اور بیوی والا ہو تو تہجد نکاح بھی واجب ہے۔ (فتاویٰ شارح بخاری، کتاب العقائد، عقائد متعلقہ نبوت، ج: ۱، ص: ۶۰۳، دائرۃ البرکات، گھوسی ضلع منو)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ آیت کریمہ ”وَاسْتَغْفِرْ لَذَنْبِكَ“ میں بہت سے مترجمین نے ذنب کا ترجمہ گناہ ہی کیا ہے۔ ترجمہ میں کلمات قرآن کا لفظی ترجمہ جائز ہے۔ لیکن ترجمہ سے خارج اپنے بیان میں اس کو انہیں الفاظ سے ذکر کرنا ممنوع ہے۔ (المرجع السابق ج: ۱، ص: ۳۶۲)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تلاوت قرآن اور قرأت حدیث کے سوا جو شخص انبیاء علیہم السلام کی طرف گناہ کی نسبت کرے، اس کو بعض علماء نے حرام اور بعض نے اس کو کفر لکھا ہے۔ لہذا اگر کوئی شخص انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف گناہ کی نسبت کرے اور یہ تاویل کرے کہ اس گناہ سے مراد خلاف اولیٰ ہے، تو یہ تاویل باطل ہے۔ اس لیے کہ اگر قرآن اور حدیث میں انبیاء علیہم السلام کی طرف ”ذنب“ کی نسبت ہو تو اس کی تاویل خلاف اولیٰ وغیرہ سے کرنا درست ہے، لیکن اگر کوئی شخص از خود انبیاء علیہم السلام کی طرف گناہ کی نسبت کرتا ہے تو اس کے کلام کی

تاویل نہیں کی جائے گی بلکہ اس کے کلام کو سخت حرام یا کفر پر محمول کیا جائے گا اور اس کو مردود بارگاہ قرار دیا جائے گا جیسا کہ علامہ ابن الحاج و مجدد اعظم اعلیٰ حضرت اور صدر الشریعہ قدس سرہم نے تصریح فرمائی ہے۔

انبیائے کرام علیہم السلام کی طرف گناہ صغیرہ کا انتساب جائز قرار دینے والوں کے متعلق استاذ مکرم، سراج الفقہاء، مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ رضوی زید علمہ و شرفہ رقمطراز ہیں:

یہاں (عبارات فقہاء و محققین) سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیائے کرام و رسل عظام، بالخصوص حضور اکرم، سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلف صالحین صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، ائمہ مجتہدین و علمائے محققین کی پیروی میں معصوم ماننا واجب و لازم ہے اور ان کی طرف گناہ کا انتساب حرام و گناہ ہے۔

ہاں جن علماء و فقہاء نے اس باب میں خشیت الہی و خوف خداوندی کے ساتھ انصاف و دیانت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے غور و فکر کیا اور ظواہر نصوص سے انہوں نے یہی سمجھا کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے صغائر کا صدور ہوا، یعنی حقائق کی تہ تک ان کی رسائی نہ ہو سکی اس لیے انہوں نے تجویز صغائر کا موقف اختیار کیا تو وہ عند اللہ ماجور ہوں گے اور عند الناس ان کا حکم یہ ہے کہ وہ عاصی نہیں، بلکہ صرف خاطی ہیں۔ (عصمت انبیاء، ص: ۱۱۹)

مسلمان ہمیشہ یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کبیرہ گناہوں سے مطلقاً اور گناہ صغیرہ کے عمدۃ ارتکاب، اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لیے باعث نفرت ہو اور مخلوق خدا ان کے باعث ان سے دُور بھاگے نیز ایسے افعال سے جو وجاہت و مروت اور معززین کی شان و مرتبہ کے خلاف ہیں قبل نبوت اور بعد نبوت بالاجماع معصوم ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہر قسم کے معاصی اور نفرت انگیز امور سے پاک و صاف ہیں۔ یہی علمائے اسلام کا موقف ہے۔



## مختصر سوانح

حضرت امام جلال الدین عبدالرحمن بن ابوبکر سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۸۴۹ھ: ۱۴۴۵ء ..... ۹۱۱ھ: ۱۵۰۵ء

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ

منٹے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی

عصر قدیم کے وہ مؤلفین جنہوں نے اپنی تصانیف میں اپنی سوانح یا اپنے حالات تحریر کیے ہیں ان میں امام عبدالغافر الفارسی مصنف تاریخ نیشاپور، یاقوت الحموی مصنف معجم الاویان، لسان الدین بن الخطیب مصنف تاریخ غرناطہ، حافظ تقی الدین الفارسی مصنف تاریخ مکہ، حافظ ابوالفضل ابن حجر مصنف قضاۃ مصر اور ابوشامہ مقدسی دمشقی مصنف الروضتین خاص طور پر قابل ذکر ہیں اسی طرح نویں صدی کے مجدد، حافظ الحدیث، امام اجل، شیخ الاسلام علامہ سیوطی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ”حسن المحاضرة فی الاخبار مصر والقاهرة“ اور اپنی دیگر کتب میں خود اپنے حالات لکھے ہیں۔ جن میں مختصر ایہ ہیں۔

نام: عبدالرحمن

نسب: ابوالفضل، عبدالرحمن بن الکمال ابی بکر بن محمد بن سابق الدین بن الفخر عثمان بن ناظر الدین محمد بن سیف الدین خضر بن نجم الدین ابی الصلاح ایوب بن ناصر الدین محمد بن الشیخ ہمام الدین، الہمام الخفیری الاسیوطی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

لقب و کنیت: آپ کا مشہور لقب ”جلال الدین“ ہے جو والد صاحب کی طرف سے عطا ہوا تھا۔ ایک لقب ”ابن الکتاب“ بھی ہے۔ اور یہ کنیت اس وجہ سے پڑی کہ ایک مرتبہ آپ کے والد گرامی نے آپ کی ماں سے کوئی کتاب طلب کی، والدہ محترمہ نے اس کتاب کی جستجو میں گھر کے کتب خانہ میں گئیں کہ اچانک دروازہ شروع ہو گیا اور وہیں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی، اسی سبب سے آپ کی کنیت ”ابن الکتاب“ بھی ہو گئی۔

آپ کی کنیت ”ابوالفضل“ ہے۔ جو آپ کے استاذ قاضی القضاۃ عز الدین احمد بن

ابراہیم کنانی حنبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عطا فرمائی، واقعہ یہ ہے کہ آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے دریافت کیا تمہاری کنیت کیا ہے؟ آپ نے کہا: میری کوئی کنیت نہیں۔ انہوں نے فرمایا: تمہاری کنیت ”ابوالفضل“ ہے اور اپنے ہاتھ سے لکھ کر دی۔

**نسبت:** الطولونی، الاسیوطی، الخضیری، المصری، الشافعی۔ قاہرہ کی مسجد جامع ابن طولون کے پڑوس میں رہنے یا وہاں درس حدیث دینے کے سبب آپ کو ”طولونی“ کہا جاتا ہے۔

آباواجداد ”اسیوط“ نامی شہر میں رہتے تھے اس لیے ”سیوطی اور اسیوطی“ کہلائے۔ آباواجداد میں سب سے پہلے اسیوط شہر میں آپ کے جد اعلیٰ ”ہمام الدین“ نے رہائش اختیار کی۔ اس سے قبل یہ خاندان بغداد میں حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار شریف کے قریب واقع محلہ خضیر یہ میں رہتا تھا۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شہر اسیوط نہیں دیکھا تھا البتہ آپ نے اس شہر کی تاریخ پر ”المضبوط فی اخبار اسیوط“ کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔

”خضیری“ نسبت کے حوالے سے خود فرماتے ہیں کہ کتابوں میں ”خضیری“ بغداد کے ایک محلے کو کہا گیا ہے اور مجھے ایک قابل اعتماد شخص نے بتایا کہ اس نے میرے والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا کہ ان کے جد اعلیٰ عجمی تھے یا مشرق سے آئے تھے۔ ممکن ہے کہ یہ نسبت مذکورہ محلے کی طرف ہو۔

ملک مصر میں اقامت پذیر ہونے کی وجہ سے ”مصری“ کہلائے اور فقہ میں حضرت سیدنا امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہونے کے سبب ”شافعی“ ہیں۔

**ولادت:** علامہ جلال الدین سیوطی خود اپنی ولادت کے تعلق سے فرماتے ہیں:

وكان مولدى بعد المغرب ليلة الاحد مستهل رجب سنة تسع واربعين وثمان مائة۔ میری ولادت اوائل ماہ رجب ۸۴۹ھ شب یکشنبہ بعد مغرب ہوئی۔ (حسن الحاضرة فی تاریخ مصر والقاهرة، ذکر من کان بمصر من الائمة المجتهدین، ج: ۱، ص: ۳۳۵، ۳۳۶، رقم: ۷۷، دار احیاء الکتب العربیہ۔ النور السافر، سنۃ احدى عشرة بعد التسعمائة، ص: ۹۰، دار صادر، بیروت، لبنان۔ التحدیث بنعمة اللہ، ص: ۶، ۳۲، المطبعة العربیة الحدیثیہ)

**خاندانی پس منظر:** مصر میں دریائے نیل کے مغربی کنارے پر شہر سیوط تھا جہاں زمانہ قدیم میں بڑے پیمانے پر شکر اور افیون کی تجارت ہو کرتی تھی۔ امام سیوطی کا خاندان صدیوں پہلے بغداد سے آکر اس شہر میں آباد ہو گیا تھا۔ اسی شہر میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کا خاندان علمی تھا۔ آپ کے جد اعلیٰ ہمام الدین اہل طریقت و صاحب حال بزرگ تھے، یہ حج کے لیے گئے اور جب احرام باندھ کر لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ کہا تو غیب سے آواز سنی لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ ان کا مزار فاضل الانوار مصر کے شہر سیوط میں واقع ہے جہاں لوگ ان کے مزار کی زیارت کرتے اور برکتیں حاصل کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر آباؤ اجداد معززین شہر تھے وہ زیادہ تر حکومتی عہدوں پر فائز رہے۔ بعض نے تجارت بھی کی اور ان میں کوئی بہت مالدار تھے جو تاحسبہ تھے انہوں نے سیوط میں ایک مدرسہ بنایا اور اس پر کئی جاگیریں وقف کیں، البتہ علم دین کی صحیح معنوں میں خدمت آپ کے والد ماجد کے حصے میں آئی۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میرے آباؤ اجداد میں سے علم کی خدمت کا حق ادا کرنے والے صرف میرے والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔ (حسن المحاضرۃ، ج: ۱، ص: ۳۳۶، الرقم: ۷۷۔ التحدیث بنعمۃ اللہ، ص: ۵)

**بچپن کے حالات:** امام سیوطی علیہ الرحمہ ایک دینی و علمی ماحول میں پروان چڑھے، اس ماحول نے آپ کی شخصیت کو سنوارنے میں غیر معمولی کردار ادا کیا۔ آپ کے والد ماجد صغریٰ ہی سے آپ کو دینی و علمی حلقوں میں لے جانے لگے جس کا اثر یہ ہوا کہ بچپن ہی سے آپ کی رغبت علوم اسلامیہ کے تحصیل کی طرف بڑھ گئی۔ علامہ سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: والد صاحب کی حیات میں مجھے مجذوب بزرگ حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں لے جایا گیا، وہ اکابر اولیاء کرام میں سے تھے۔ اور مشہد نفیسی کے قریب رہائش پذیر تھے، انہوں نے میرے لیے برکت کی دعا فرمائی۔ (حسن المحاضرۃ، ج: ۱، ص: ۳۳۶، الرقم: ۷۷)

علامہ عبدالقادر عیدروس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: والد گرامی آپ کو تین سال کی عمر میں شیخ الاسلام حضرت سیدنا امام ابن حجر علیہ الرحمہ کی خدمت میں لے گئے۔ (النور السافر، سنۃ احدی عشرۃ بعد التسعمائۃ، ص: ۹۱)

آپ پانچ سال کے ہوئے تو والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والد ماجد نے اپنے فرزند

ارجمند کی پرورش اور نگہداشت کے لیے کئی لوگوں کو وصیتیں کی تھیں جن میں سے ایک صاحب شریعت و طریقت امام اجل، محقق علی الاطلاق، کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ ہیں۔ انہوں نے مدرسہ ”شیخونہ“ سے آپ کا وظیفہ جاری کرایا، اپنی نگہداشت میں رکھا اور آپ کی تعلیم پر خاص توجہ دی۔ (الکواکب السائرة، الطبعة الاولى، حرف العین، ج: ۱، ص: ۲۲۷، الرقم: ۴۶۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان)

**سلسلہ تعلیم:** آپ ذہانت و ذکاوت، فہم و فراست اور حفظ و ضبط علم کی اعلیٰ خوبیوں سے آراستہ تھے، آٹھ سال سے کم عمر ہی میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ چھوٹی سی عمر ہی میں ”عمدۃ الاحکام، المنہاج للنووی، الفیہ ابن مالک اور منہاج البیضاوی“ زبانی یاد کر لیں اور نامور اساتذہ و شیوخ عصر کو سنا کر اجازت حاصل کی۔

فقہ و نحو کی تعلیم آپ نے مختلف مشائخ سے حاصل کی اور علم الفرائض علامہ شیخ شہاب الدین الشارحی علیہ الرحمہ سے حاصل کیا جن کی عمر سو سال سے متجاوز ہو چکی تھی۔

علم منطق کی کچھ کتابیں پڑھیں پھر اس سے اعراض کر لیا۔ خود فرماتے ہیں: ابتداء میں نے علم منطق کا کچھ علم حاصل کیا پھر اللہ رب العزت نے میرے دل میں اس کی نفرت ڈال دی اور اس کے بدلے مجھے علم حدیث عطا کر دیا جو کہ اشرف العلوم ہے۔ (حسن المحاضرة، باب ذکر من کان بمصر من الائمة المجتہدین، ج: ۱، ص: ۳۳۶، ۳۳۷، الرقم: ۷۷)

فقہ کی باقاعدہ تعلیم کے لیے علامہ علم الدین بلقینی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے انتقال تک ان سے علم فقہ کی تحصیل کرتے رہے اور ان کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے سے فقہ شافعی کی مختلف کتابوں کے اسباق پڑھے۔ ۸۷۶ھ میں انہوں نے آپ کو تدریس و افتا کی جازت عطا کی۔ ۸۹۸ھ میں جب ان کا بھی انتقال ہو گیا تو آپ علامہ شرف الدین مناوی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے ”منہاج اور شرح لہجہ“ کے کچھ اسباق اور ”تفسیر بیضاوی“ پڑھی۔ پھر آپ علامہ تقی الدین شبلی حنفی علیہ الرحمہ کے پاس حاضر ہوئے اور چار سال ان کی خدمت میں رہ کر حدیث وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ (المرجع السابق، ج: ۱، ص: ۳۳۷، الرقم: ۷۷)

علامہ محی الدین کا فیہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں ۱۴ سال تک حاضری دی اور ان سے تفسیر، اصول، علوم عربیہ اور معانی وغیرہ کا علم حاصل کیا اور ان کے علاوہ علامہ سیف الدین حنفی علیہ الرحمہ کی مجلس درس میں بھی حاضری دی اور ان سے ”تفسیر کشاف“، توضیح مع حاشیہ، تلخیص المفتاح اور عضد“ وغیرہ کے اسباق پڑھے۔

طلب علم کے لیے تکلیف و مشقت کی پرواہ کیے بغیر مختلف بلاد و امصار کا سفر فرمایا اور وہاں کے جلیل القدر علمائے اسلام سے کسب فیض کیا چنانچہ آپ نے ”صیوم، محلہ، دمیاط، شام، حجاز، یمن، ہند، تکرور اور مغربی ممالک“ کا سفر فرمایا اور ان مقامات کے علماء و محدثین سے خوب خوب علم حاصل کیا۔ (المرجع السابق، ج: ۱، ص: ۳۳۸، الرقم: ۷۷)

مختصر یہ کہ آپ نے اپنے وقت کے اُن علمائے دین کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا جو علم و فضل کے مینار اور معرفت و حکمت کے سرچشمہ تھے۔

**اساتذہ:** آپ اپنے اساتذہ کی تعداد کے بارے میں لکھتے ہیں کہ جن سے میں نے سنا اور جنہوں نے مجھے اجازت دیں اور جنہوں نے مجھے ایک شعر بھی سکھایا تھا ان کی تعداد ۶۰۰ تک پہنچتی ہے۔ (التحدیث بنعمۃ اللہ، ص: ۴۳)

**درس و تدریس:** آپ نے اپنی پوری جوانی درس و تدریس میں صرف کی۔ آپ کی درس گاہ تشنگان علم و فن کے لیے مرکز و منبع تھی۔ بے شمار طالبان علوم نبویہ آپ کے بحر علم و فن اور چشمہ معرفت و حکمت سے اکتساب فیض کرتے رہے۔ ۸۶۷ھ میں آپ مدرسہ شیخونہ میں اپنے والد کی جگہ فقہ کے مدرس مقرر ہوئے اور تقرری کے موقع پر آپ کے استاذ علم الدین بلقین علیہ الرحمہ بھی تشریف لائے۔ (الامام الحافظ جلال الدین سیوطی و جہودہ فی الحدیث و علوم، ص: ۱۶۱، دار تہنیت دمشق۔)

۸۷۲ھ میں آپ نے ”جامع طولونی“ میں حدیث شریف کا املا کرانا شروع کیا جہاں آپ سے پہلے حافظ الحدیث امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حدیث پاک کا املا کرایا کرتے تھے جن کے انتقال کے بعد بیس برس تک یہ سلسلہ موقوف رہا جسے آپ نے دوبارہ زندہ کیا۔

۸۷۷ھ میں آپ مدرسہ شیخونہ میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے۔ ۸۹۱ھ میں



آپ کو خانقاہ میرسیہ میں شیخ الصوفیہ کا منصب ملا اور ۹۰۶ھ تک آپ اس منصب پر فائز رہے۔ (التحدیث بنعمۃ اللہ، ص: ۸۸، ۹۰)

**علمی کمالات:** بلاشبہ آپ علم و فضل کے تاجدار اور معرفت و حکمت کے جبل شامخ و یتائے روزگار تھے۔ آپ حج کے لیے حاضر ہوئے تو زمزم شریف پی کر یہ دعا مانگی: الہی مجھے فقہ میں سراج الدین بلقینی علیہ الرحمہ کا اور حدیث میں امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ کا مرتبہ حاصل ہو جائے۔ (حسن المحاضرة، ج: ۱، ص: ۳۳۸، الرقم: ۷۷)

اس دعا کی قبولیت کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ خود ”حسن المحاضرة“ میں فرماتے ہیں: رزقت التبحر فی سبعة علوم: التفسیر والحديث والفقہ والنحو والمعانی والبیان والبدیع علی طريقة العرب والبلغاء لا علی طريقة العجم و اهل الفلسفة مجھے سات علوم میں کامل مہارت عطا ہوئی: (۱) تفسیر (۲) حدیث (۳) فقہ (۴) نحو (۵) معانی (۶) بیان (۷) بدیع۔ میں نے ان علوم کو عرب اور بلغاء کے طریقے پر اپنایا اور فلاسفہ و عجمیوں کے طریقے سے خود کو دور رکھا۔

مزید فرماتے ہیں: فقہ کے علاوہ ان علوم میں جو دسترس مجھے حاصل ہوئی دیگر افراد تو دور رہے میرے شیوخ میں سے بھی کوئی اس تک نہیں پہنچا۔ البتہ فقہ کے متعلق میں یہ نہیں کہہ سکتا کیونکہ اس میں میرے استاذ (علم الدین بلقینی) زیادہ وسیع النظر اور بصیرت و قدرت رکھتے ہیں۔ مذکورہ سات علوم کے سوا اصول فقہ، علم جدل، صرف، انشاء، علم قراءت اور طب کو میں نے کسی استاذ سے نہیں پڑھا۔ (المرجع السابق، ج: ۱، ص: ۳۳۸-۳۳۹، الرقم: ۷۷)

ایک مقام پر بطور تحدیث نعمت یوں فرمایا: لیس علی وجه الارض من مشرقھا الی مغربھا اعلم بالحديث والعربية منی الا الخضر او القطب او الاولیاء اللہ۔ اس وقت روئے زمین پر مشرق سے مغرب تک کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو حدیث اور عربیت میں مجھ سے زیادہ علم رکھتا ہو، جو حضرت خضر علیہ السلام یا قطب یا اولیاء اللہ کے کہ وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(الفرق، الفرق الثامن والسبعون، ج: ۲، ص: ۱۸۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان)

**فن حدیث میں نمایاں مقام:** آپ فن حدیث میں خصوصی مہارت رکھتے تھے جس پر

آپ کی کتابیں شاہد عدل ہیں۔ آپ راویوں کی چھان پھٹک، حدیث کے مراتب کا تعین اور طرق حدیث سے آگاہی میں اپنی مثال آپ ہیں۔ بعض علماء نے جن احادیث کو مریمہ کو موضوع (یعنی گڑھی ہوئی حدیثیں) قرار دے دیا تھا آپ نے ان پر تحقیق کر کے انہیں موضوع ہونے کے درجہ سے نکال لیا۔

ایک بار شیخ الاسلام تقی الدین اوجاقی علیہ الرحمہ نے کچھ حدیثیں راویوں میں رد و بدل کر کے بغرض امتحان امام سیوطی علیہ الرحمہ کے پاس بھیجیں۔ آپ نے ان حدیثوں کو ان کے اصول و مراتب کے ساتھ بیان کر کے واپس بھیج دیا تو حضرت شیخ الاسلام چل کر آپ کے پاس آئے اور آپ کے ہاتھ کو بوسہ دے کر فرمایا: بخدا! میرے تو حاشیہ خیال میں بھی نہ تھا کہ آپ ان میں سے کچھ جانتے ہوں گے۔ ایک عرصہ سے جو مجھ سے آپ کی برائی ہوئی آپ اسے معاف فرما دیجئے۔ (فہرست الفہارس، ج: ۲، ص: ۱۰۱۱، رقم: ۵۷۵، مکتبہ دار الغرب الاسلامی)

اسی طرح مشہور حدیث **طَلَبَ الْعِلْمَ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ** یعنی علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، کو اکثر محدثین نے ضعیف قرار دیا تو آپ نے اپنی فن حدیث میں خدا داد صلاحیت کی بنا پر اس حدیث شریف کی تصحیح فرمائی یعنی اسے ”حدیث صحیح“ ثابت کیا۔ ارشاد فرماتے ہیں: میرے نزدیک یہ حدیث مرتبہ صحت کو پہنچی ہوئی ہے کیونکہ مجھے اس حدیث کے پچاس طرق سے واقفیت ہے جن کو میں نے اپنی ایک تالیف میں یکجا کر دیا ہے۔ (تمییز الصحیفۃ بمناقب ابی حنیفہ، باب ذکر من ادركه من الصحابة رضي الله تعالى عنهم، ص: ۳۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان)

آپ فرماتے ہیں مجھے دو لاکھ احادیث یاد ہیں اگر مجھے اس سے زیادہ احادیث ملتیں تو میں انہیں بھی یاد کر لیتا۔ (الکواکب السائرہ، ج: ۱، ص: ۲۲۹، رقم: ۴۶۱)

حضرت ابن عماد حنبلی متوفی ۱۰۸۹ھ اور علامہ عبد الوہاب شمرانی متوفی ۹۷۱ھ علیہما الرحمہ نے فرمایا کہ امام سیوطی علیہ الرحمہ اپنے زمانے میں راویوں، متن، سند اور استنباط احکام کے لحاظ سے علم حدیث اور اصول حدیث کو سب سے بڑھ کر جاننے والے تھے۔ (فہرست الفہارس، ج: ۲، ص: ۱۰۷۱، رقم: ۵۷۵، مکتبہ دار الغرب الاسلامی، بیروت۔ الکواکب السائرہ، ج: ۱،

**تصانیف:** آپ نے ۸۶۶ھ میں تصنیف کا آغاز فرمایا اور پہلی کتاب ”شرح الاستعاذۃ و البسمۃ“ لکھی۔ (حسن المحاضرہ، ج: ۱، ص: ۳۳۷۔ الرقم: ۷۷۔ التحدیث بنعمۃ اللہ، ص: ۶۵)

آپ نے ”حسن المحاضرہ“ میں اپنی ۳۰۰ کتب کا ذکر کیا ہے۔ (امام سیوطی علیہ الرحمہ کا یہ بیان حسن المحاضرہ کی تصنیف کے وقت کا ہے اور آپ کی تصنیف اپنی وفات سے تقریباً ۱۲ سال پہلے کی ہے)۔

علامہ عبدالقادر عیدروس رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ امام سیوطی علیہ الرحمہ نے جن کتابوں سے رجوع کیا یا یاد برد کیا، ان کے علاوہ آپ کی تصانیف کی تعداد ۶۰۰ تک پہنچتی ہے۔ (حسن المحاضرہ، ص: ۳۳۸۔ النور السافر، ص: ۹۱)

مؤرخ اسلام علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی لکھتے ہیں کہ تصانیف کی تعداد کے سلسلے میں اگرچہ اختلاف ہے، جمیل بک نے ۷۵۶، فلوگل مستشرق نے ۵۶۱، اور داؤدی نے ۵۰۰ سے زائد تعداد کتب لکھی ہے۔ ابن ایاس نے تعداد مصنفات ۶۰۰ بتائی۔ یہ تو بعد کے علما کی تحقیق ہے خود سیوطی نے اپنی کتابوں کی فہرست مع اسماء کتب و تفصیل فن ۵۳۵ درج کی ہے۔ (محدثین عظام حیات و خدمات، ص: ۶۰۸، کمال بکڈ پوڈرسہ شمس العلوم گھوسی)

آپ کی اکثر تصانیف کے نام ”حسن المحاضرہ اور النور السافر“ میں مندرج ہیں۔

**تصانیف کی مقبولیت:** آپ کی اکثر تصانیف آپ کی زندگی ہی میں حجاز، شام، روم، ہند، یمن اور مغرب تک شہرت حاصل کر چکی تھیں۔ آپ فرماتے ہیں: ۸۷۵ھ میں میری کتابیں دنیا کے اطراف و اکناف میں پہنچنا شروع ہو گئی تھیں۔ (التحدیث بنعمۃ اللہ، ص: ۱۵۵)

آپ تصنیف و تالیف کی رفتار میں اللہ رب العزت کی ایک بڑی نشانی تھے چنانچہ آپ کے شاگرد علامہ شمس الدین داؤدی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: میں نے استاذ محترم کو دیکھا ہے کہ آپ ایک دن میں تین تین کاپیاں لکھتے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ حدیث شریف کا املا کراتے اور سوالات کے جوابات بھی ارشاد فرماتے تھے۔ (الکواکب السائرة، ج: ۱، ص: ۲۲۸-۲۲۹، رقم: ۴۶۱، فہرست الفہارس، ج: ۲، ص: ۱۰۲۰، الرقم: ۵۷۵)

**نادر روزگار تصانیف:** آپ کی ۱۸ کتابیں ایسی ہیں جن کے متعلق آپ نے

فرمایا: میرے علم کے مطابق ان جیسی کتابیں دنیا میں کسی نے نہیں لکھیں اور موجودہ دور میں بھی کوئی ان جیسی کتاب محنت و مشقت، وسعت نظر اور کثرت مطالعہ کے بغیر نہیں لکھ سکتا۔ وہ یہ ہیں:

(۱) الاتقان فی علوم القرآن (۲) الدر المنثور فی التفسیر الماثور (۳) ترجمان القرآن (۴) اسرار التنزیل (۵) الاکلیل فی استنباط التنزیل (۶) تناسق الدر فی تناسب الآیات و السور (۷) النکت البدیعات علی الموضوعات (۸) جمع الجوامع فی العربیة (۹) شرحه یسمیٰ همع الهوامع (۱۰) الاشباہ والنظائر فی العربیة تسمیٰ المصاعد العلیة فی القواعد العربیة (۱۱) السلسلة فی النحو (۱۲) النکت علی الفیة و الکافیة و الشافعیة و الشذور و النزهة فی مؤلف واحد (۱۳) الفتح القریب علی مغنی اللیب (۱۴) شرح شواهد المغنی (۱۵) الاقتراح فی اصول النحو و جدله (۱۶) طبقات النحاة الکبریٰ تسمیٰ بغیة الوعاة (۱۷) صون المنطق و الکلام عن فن المنطق و الکلام (۱۸) الجامع فی الفرائض۔ (التحدیث بنعمة الله، ص: ۱۰۵، ۱۰۶)

امام سیوطی بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں: امام سیوطی علیہ الرحمہ کے شاگرد رشید عبدالقادر شافعی علیہ الرحمہ نے اپنے استاذ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے مجھے بتایا: میں نے جاگتے ہوئے رسول اکرم ﷺ کی زیارت کی تو آپ نے مجھے ”اے شیخ الحدیث“ کہہ کر پکارا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ کیا میں اہل جنت سے ہوں؟ ارشاد فرمایا: ہاں! میں نے عرض کی: کیا بغیر کسی عتاب کے؟ ارشاد فرمایا: تمہارے لیے ایسے ہی ہے۔ (الکواکب السائرہ، ج: ۱، ص: ۲۲۹، رقم: ۴۶۱)

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں: میں خواب میں حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا، تو میں نے اپنی حدیث کی کتاب ”جمع الجوامع“ کا ذکر کیا اور عرض کی: کیا میں اس میں سے کچھ آپ کے سامنے پڑھوں؟ ارشاد فرمایا: سناؤ شیخ الحدیث! امام سیوطی فرماتے ہیں: کہ حضور ﷺ کا مجھے شیخ الحدیث کہنا یہ ایسی بشارت ہے جو میرے نزدیک دنیا و مافیہا سے بڑی ہے۔ (النور السافر، ص: ۹۱)

علامہ عبدالقادر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے استاذ سے عرض کی کہ آپ کو بیداری میں کتنی بار زیارت نصیب ہوئی؟ فرمایا: ۷۰ سے زیادہ مرتبہ۔ (الکواکب السائرة، ج: ۱، ص: ۲۲۹، رقم: ۴۶۱)

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: خاتم حفاظ الحدیث امام جلیل جلال الملک والدین سیوطی قدس سرہ العزیز ۷۵۰ بار بیداری میں جمال جہاں آرائے حضور پر نور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے بہرہ ور ہوئے بالمشافہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تحقیقات حدیث کی دولت پائی۔ بہت احادیث کی (کہ طریقہ محدثین پر ضعیف ٹھہر چکی تھیں) تصحیح فرمائی جس کا بیان عارف ربانی امام العلامة عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمہ کی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج: ۵، ص: ۴۹۶ بحوالہ میزان الشریعۃ الکبریٰ للشعرانی، پور بندر، گجرات)

علامہ عبدالقادر شاذلی علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ علامہ سیوطی علیہ الرحمہ کے پاس ایک شخص نے خط لکھا کہ سلطان قانتبائی سے سفارش کر دیجئے تو آپ نے جواب میں اس کو لکھا: میں اس وقت تک بیداری کی حالت میں ۷۵۰ مرتبہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو چکا ہوں اگر مجھے خوف نہ ہوتا کہ حکام سے ملاقات کے سبب حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے محروم ہو جاؤں گا تو تیری سفارش کے لیے سلطان کے پاس ضرور جاتا۔ (میزان الشریعۃ الکبریٰ للشعرانی، فصل فی استخالۃ خروج شیء من اقوال المجتہدین عن الشریعۃ۔ ج: ۱، ص: ۴۴ مکتبہ مصطفیٰ البانی الحلبی واولادہ بمصر)

**اعتراف مجددیت:** آپ نے بطور تحدیث نعمت اپنے مجدد ہونے کی امید ظاہر فرمائی چنانچہ آپ نے ”التحدیث بنعمۃ اللہ“ میں خود کو نویں صدی ہجری کا مجددان الفاظ کے ساتھ کہا کہ مجھے اللہ عزوجل کے فضل سے امید ہے کہ مجھے وہ اس صدی کا مجدد ہونے کی نعمت سے سرفراز فرمائے۔ اور یہ اللہ پر کچھ دشوار نہیں۔ (التحدیث بنعمۃ اللہ، ص: ۲۲۷)

ایک مقام پر فرماتے ہیں: جس طرح امام غزالی علیہ الرحمہ کو اپنے مجدد ہونے کا خیال تھا اسی طرح مجھ کو بھی امید ہے کہ میں نویں صدی کا مجدد ہوں گا اس لیے کہ میں فضل و کمال میں منفرد ہوں۔ علم اصول لغت کو میں نے ایجاد کیا میرے علوم اور تصنیفات سارے عالم میں پہنچ گئیں۔

شام، روم، عجم، حجاز، یمن، ہند، حبشہ، مغرب اور تکرور ہر جگہ میرے علوم اور مصنفات کی رسائی ہے، ان کمالات میں میرا کوئی شریک نہیں۔ (التنبیۃ بمن یبعث اللہ علی راس کل مائۃ، ص: ۶۶، دارالشفۃ مکۃ المکرمہ)

علامہ علی قاری، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان اور علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہم اللہ تعالیٰ بھی انھیں نویں صدی ہجری کا محب و مسترار دیتے ہیں۔ (مرقاۃ، کتاب الایمان، کتاب العلم تحت الحدیث: ۲۴، ج: ۱، ص: ۴۶۲، دارالکتب العلمیہ بیروت، لبنان۔ حاشیہ اعلیٰ حضرت علی المقاصد الحسۃ، ص: ۲۔ التعلیق للمجد علی موطا امام محمد، باب الفوائد التسعة فی ذکر من علق الموطا، ج: ۱، ص: ۲۳، المیزان، لاہور)

**عزلت واستغناء:** جب آپ کی عمر ۴۰ سال ہوئی تو آپ نے درس و تدریس اور فتویٰ نویسی سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور آخری وقت گوشہ نشینی میں عبادت و ریاضت اور تصنیف و تالیف کرتے گزارا۔ اس دوران حکام آپ کی زیارت کے لیے آتے اور بیش قیمت تحائف پیش کرتے لیکن آپ قبول نہ فرماتے۔ ایک مرتبہ سلطان اشرف غوری نے آپ کی خدمت میں ایک غلام اور ایک ہزار دینار بھیجے تو آپ نے دینار واپس کر دیے اور غلام کو آزاد کر کے روضہ رسول کا خادم بنا دیا۔ پھر قاصد کے سلطان کو پیغام بھیجا کہ آئندہ کوئی ہدیہ ہمارے پاس نہ آئے۔ اللہ نے ہمیں ان تحائف و ہدایا سے مستغنی کر دیا ہے۔ (الکواکب السائرة، ج: ۱، ص: ۲۲۹، رقم: ۳۶۱)

**کرامت:** امام سیوطی علیہ الرحمہ کے خادم خاص حضرت محمد بن علی حباک علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز قیلولہ کے وقت جب کہ آپ مصر کے علاقہ قرافہ میں شیخ جیوشی علیہ الرحمہ کی خانقاہ میں موجود تھے فرمایا اگر تم مرنے سے پہلے اس راز کو ظاہر نہ کرو تو آج عصر کی نماز مکہ مکرمہ میں پڑھنے کا ارادہ ہے۔ میں نے عرض کی ٹھیک ہے۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا آنکھیں بند کرلو، میں نے آنکھیں بند کر لیں تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر تقریباً ۲ قدم چل کر فرمایا اب آنکھیں کھول دو آنکھیں کھولیں تو ہم باب معلیٰ پر تھے اور ہم نے وہاں ام المؤمنین حضرت سیدتنا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت فضیل بن عیاض اور حضرت سفیان بن عیینہ علیہما الرحمہ وغیرہم کے مزارات کی زیارت کی پھر ہم حرم میں داخل ہوئے طواف کیا، زمزم شرف پیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے بیٹھ گئے حتیٰ کہ ہم نے وہاں عصر کی نماز ادا کی پھر آپ نے مجھ سے

فرمایا یہ تعجب نہ کرو کہ ہمارے لیے زمین سمیٹ دی گئی بلکہ یہ تعجب کرو کہ یہاں مصر کے بہت سے مجاور موجود ہیں مگر انہوں نے ہمیں نہیں پہچانا پھر فرمایا اگر تم چاہو تو ساتھ چلو ورنہ حاجیوں کے ساتھ آ جانا، میں نے عرض کی میں آپ کے ساتھ ہی چلوں گا، ہم باب معلیٰ تک گئے پھر آپ نے مجھ سے فرمایا آنکھیں بند کر لو میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں تو وہ مجھے ۷ ر قدم لے کر تیز چلے اور کہا اپنی آنکھیں کھولو، میں نے آنکھیں کھولیں تو ہم خانقاہ جیوشی کے قریب موجود تھے۔ (الکواکب السائرة، ج: ۱، ص: ۲۲۹، ۲۳۰، رقم: ۴۶۱، جامع کرامات الاولیاء حرف العین، ج: ۲، ص: ۱۵۷، پور بندر گجرات)

**وصال و مدفن:** علم و معرفت کا یہ آفتاب سات دن تک بائیں کلائی کے ورم میں بتلارہ کر بروز جمعۃ المبارک بوقت عصر ۱۹ جمادی الاولیٰ ۹۱۱ھ بمطابق ۱۷ اکتوبر ۱۵۰۵ء کو دریائے نیل کے کنارے واقع روضۃ المقیاس میں غروب ہو گیا اور قاہرہ میں باب قرافہ کے باہر خانقاہ قوصون میں آپ کی تدفین ہوئی۔ آپ ۶۱ سال ۱۰ ماہ ۱۸ دن بقید حیات رہے۔ (الکواکب السائرة، ج: ۱، ص: ۲۳۱، رقم: ۴۶۱۔ النور السافر، ص: ۹۰)

ہرگز نہ میر دآں کہ دلش زندہ شد بے عشق

ثبت است بر حسب ریدۃ عالم دوام ما

**تأثرات: اساتذہ عظام و علمائے کبار** آپ کی بلند پایہ علمی شخصیت کا اعتراف دنیاۓ اسلام کی عبقری شخصیتوں نے کیا ہے۔ مشتے نمونہ از خروارے:

(۱) آپ کی خدا داد ذہانت و ذکاوت، فہم و فراست اور قوت حفظ و ضبط دیکھ کر آپ کے اساتذہ ششدر رہ جاتے۔ اساتذہ آپ کی علمی برتری اور خوبی کے معترف تھے اور آپ کی رائے پر اعتماد کرتے تھے۔ ”حسن المحاضرہ“ میں اپنے استاذ علامہ ابو العباس احمد بن احمد تقی الدین شبلی شمشنی حنفی علیہ الرحمہ متوفی ۸۷۲ھ کا ایک واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ نے شفا شریف کے حاشیہ میں واقعہ اسراء میں حضرت سیدنا ابو الحمر ارضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث درج کی اور اس کو ابن ماجہ کی تخریج بتایا، میں نے کئی بار ابن ماجہ میں وہ حدیث تلاش کی مگر نہ ملی۔ ابن قانع کی ”معجم الصحابة“ میں تلاش کیا اس میں یہ حدیث موجود تھی۔ اپنے استاذ علامہ شبلی علیہ الرحمہ سے

عرض کیا۔ انہوں نے محض میری سماعت پر اعتماد کرتے ہوئے اپنے نسخہ سے ابن ماجہ کی جگہ ”مجم الصحابة لابن قانع“ لکھ دیا۔ اس بات سے میرے دل میں آپ کی عظمت مزید بڑھ گئی اور میں نے خود کو حقیر سمجھا، میں نے عرض کی: آپ تحقیق کے لیے تھوڑا رک بھی سکتے تھے۔ ارشاد فرمایا: میں نے اپنے لکھے ہوئے الفاظ ”ابن ماجہ“ کو تبدیل کرنے میں ایک واضح دلیل کی پیروی کی ہے۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں: ولم انفك عن الشيخ الى ان مات في شيخ کے وصال تک ان کے ساتھ رہا۔ (حسن المحاضرہ، ج: ۱، ص: ۳۳۷-۳۳۸، رقم: ۷۷۷)

علامہ تقی الدین حنفی علیہ الرحمہ نے کئی مرتبہ تحریری اور زبانی طور پر اپنے قابل فخر شاگرد امام سیوطی علیہ الرحمہ کے علوم میں مقدم ہونے کا اظہار فرمایا اور آپ کی عظمت کو سراہا۔ (التحدث بنعمة الله، ص: ۲۴۶)

(۲) قاضی القضاة علم الدین بلقینی علیہ الرحمہ (متوفی ۸۶۸ھ) نے امام سیوطی علیہ الرحمہ کی زمانہ طالب علمی میں لکھی ہوئی دو کتابیں ”شرح الاستعاذۃ والبسملة اور شرح الحیلة والحوالۃ“ دیکھیں تو ان کی تعریف فرمائی اور ان پر تقریظ بھی لکھی جس کا خلاصہ یہ ہے:

میں نے ان دو کتابوں کو کثیر فوائد پر مشتمل پایا اور انہیں اچھی باتوں اور خوبصورت الفاظ سے مزین دیکھا، حق یہ ہے کہ یہ دونوں کتابیں حضرت مصنف کی فضیلت کو اجاگر کر رہی ہیں۔ اللہ رب العزت مصنف کی کوشش قبول فرمائے۔ (التحدث بنعمة الله، ص: ۱۳۷)

(۳) امام نجم الدین محمد بن محمد غزی شافعی علیہ الرحمہ متوفی ۱۰۶۱ھ امام سیوطی علیہ الرحمہ کا تعارف کراتے ہوئے فرماتے ہیں: آپ بڑے عالم، امام محقق، حافظ حدیث اور شیخ الاسلام ہیں اور آپ کی تصانیف نفع بخش ہیں۔ (الکواکب السارة، ج: ۱، ص: ۲۲۷)

(۴) علامہ علی قاری علیہ الرحمہ متوفی ۱۰۱۴ھ فرماتے ہیں: امام سیوطی علیہ الرحمہ ہمارے مشائخ کے شیخ ہیں جنہوں نے تفسیر ماثور کو زندہ کیا اور تمام متفرق احادیث کو اپنی کتاب جامع الاحادیث میں جمع کیا اور کوئی ایسا فن نہ چھوڑا جس میں متن یا شرح نہ لکھی ہو بلکہ بعض چیزیں تو آپ نے خود ایجاد کیں لہذا آپ اس بات کے مستحق ہیں کہ آپ اپنے زمانے کے مجدد ہوں جیسا کہ آپ نے خود مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ آپ کا یہ دعویٰ مقبول و منظور ہے اور یہی میرے نزدیک



اظہر ہے۔ (مرقاۃ، ج: ۱، ص: ۶۲۲، تحت الحدیث: ۲۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان)

(۵) مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمہ (۱۳۴۰ھ) نے حضرت سیدنا امام سیوطی علیہ الرحمہ کے لئے ”فتاویٰ رضویہ“ میں مختلف مقامات پر جو القابات و دعائیہ کلمات استعمال فرمائے ہیں وہ یہ ہیں: امام جلیل، امام اجل، امام اجل و اکرم، امام محقق، امام الامہ، خاتم الحفاظ والمحدثین، خاتمة المحققین، حافظ الشرق والغرب، حلال الملة والدین، جلال الملة والحق، جلال الملة والشرع والدین، المولی، مولانا، عالم، علم، علامہ عبد الرحمن بن ابوبکر سیوطی قدس سرہ، قدس سرہ المکین فاللہ ویجزیہ الجزاء الجمیل۔ (فتاویٰ رضویہ، ج: ۹، ص: ۲۳۳، ۷۰۵، ج: ۲۱، ص: ۴۵۶، ج: ۳۰، ص: ۲۵۳، ۲۶۹)

(۶) عرب شریف میں خلیفہ اعلیٰ حضرت سید محمد عبدالحی بن عبد الکبیر الکتانی علیہ الرحمہ (۱۳۸۲ھ) فرماتے ہیں: علامہ سیوطی علیہ الرحمہ آخری زمانے میں احادیث و آثار کو یاد کرنے، مختلف علوم و فنون پر مطلع ہونے اور کثرت تالیف کے لحاظ سے اسلامی نوادرات میں سے ہیں۔ (فہرس الفہارس، حرف النون، ج: ۲، ص: ۱۰۱۱، رقم: ۵۷۵)

(۷) حضرت عبدالحی لکھنوی علیہ الرحمہ متوفی ۱۳۰۴ھ فرماتے ہیں: میں نے خاتم الحفاظ علامہ عبد الرحمن جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کی کثیر کتابوں کا مطالعہ کیا تو انہیں نادرون اور عالی شان نکات پر مشتمل پایا، ان کی تمام تصانیف ان کے بحر، وسعت نظر اور دقت فکر کی گواہی دیتی ہیں، حق یہ ہے کہ آپ کو نوں صدی کا مجدد شمار کیا جائے۔ (التعلیق المجد علی مؤطا محمد رحمہ اللہ، الفائدة التاسعة فی ذکر من علق علی المؤطا، ج: ۱، ص: ۲۴، المیزان، لاہور)

قرنہا باید کہ یک مرد حق پیدا شود

بو سعید اندر خراساں و او ایس اندر قرن



## مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

خدائے ذوالجلال والا کرام کے سوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت سے دوسرا کوئی واقف نہیں حتیٰ کہ بعد انبیاء و مرسلین، تمام مخلوقات الہی انس و جن و ملک سے افضل صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد ہوتا ہے:

يَا أَبَا بَكْرٍ! وَالَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ، لَمْ يَغْلَمَنِي حَقِيقَةً غَيْرَ رَبِّي

اے ابو بکر! (تم پر میرے صبح و شام، لیل و نہار آشکار ہیں۔ میرے عادات و اطوار، میری سیرت و کردار، خلوت و جلوت اور میری پسند و ناپسند کا معیار تمہارے سامنے ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم میری حقیقت سے بھی واقف ہو گئے ہو) قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، میری حقیقت کو میرے رب کے سوا کسی نے نہ جانا۔ (مطالع المسرات بجلاء دلائل الخیرات، باب اسماء سیدنا مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ص: ۱۳۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت لبنان/ جواہر النہار فی فضائل النبی المختار، باب من جواہر الشیخ محمد الفاسی، ج: ۲، ص: ۲۶۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت لبنان)

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتم

کاں ذات پاک مرتبہ دال محمد است

”غالب! میں نے سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا خدا پر چھوڑ دیا کیوں کہ صرف خدائی کی ذات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح مرتبہ جانتی ہے۔“

AL-JAMIATUL YAR ALVIA FAIZUL ULOOM  
Sikandarpur, Basti (U.P.) India